معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

خطیب اہلسنت مولانا الٰہی بخش مدظلہ

مکتبہ اسلامیہ داتا گنج بخش روڈ لاہور

۸۶
۹۲

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ

نہ حجابِ چرخِ مسیح پر نہ کلیمِ طورِ نہاں مگر
جو گیا ہے عرش سے بھی اُدھر وہ عرب کا ناقہ سوار ہے

واقعاتِ معراج کا بے نظیر مجموعہ

مسمّٰی بہ

معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

مصنفہ

الٰہی بخش خطیب جامع مسجد محمدیہ شاہ عالم مارکیٹ لاہور

ناشر

مکتبہ اسلامیہ داتا گنج بخش روڈ لاہور

ہدیہ :- ۵۰/۲ روپے

(لاہور آرٹ پریس لاہور)

دیباچہ

ہر قسم کی حمد و تعریف اس صناعِ ازلی و ابدی کو سزاوار ہے جس نے عالم و عالمیان کو لفظِ کن سے جلوہ گر فرمایا اور رات کے چند لمحوں میں اپنے محبوب محمد مصطفٰے علیہ التحیۃ والثناء کو، زمین و آسمان بلکہ لامکان تک سیر کرائی اس نے اپنے فضل و کرم سے ہم پر اپنی رحمتوں کے وہ دریا بہائے کہ اگر ہمارے سارے بال زبان بن کر اس کا شکریہ ادا کرنا چاہیں تو غیر ممکن ہے

گر بر تنِ من زباں شود ہر مو
احساں ترا شمار نتوانم کرد

انبیاء، اولیاء اور صلحاء نے اپنی زندگیاں خالق ہر دو جہاں کے لئے وقف کر دیں۔ اپنی عاجزی، انکساری کا اظہار کرتے رہے۔ نبیوں کے سردار، رسولوں کے تاجدار جناب محمد مصطفٰے علیہ السلام نے غارِ حرا میں بیٹھ کر، راتوں کو جاگ کر، مصائب و آلام اٹھا کر، دن رات عبادت میں مشغول رہ کر یہی کہا مَا عَرَفْنَاکَ حَقَّ مَعْرِفَتِکَ "ہم نے تیرا حقِ معرفت نہیں پہچانا" مَا عَبَدْنَاکَ حَقَّ عِبَادَتِکَ "ہم نے تیری عبادت کا حق ادا نہیں کیا"

مقامِ غور ہے کہ جب ایسی پاک ہستیاں اس شانِ بے نیازی کے آگے سر بسجود ہیں تو میری ہستی ہی کیا ہے کہ میں اس کی شان کو کما حقہٗ تحریر کر سکوں

حمد بے حد مر خدائے پاک را
آنکہ ایماں داد مشتِ خاک را

درود و سلام اس محبوبِ ربِ انام پر کہ جس کے نام میں دونوں جہان کا آرام ہے اور اسی کی شانِ محبوبی کے اظہار کے لئے زمین و آسمان کو پیدا فرمایا لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ " اے محبوب اگر آپ کو پیدا نہ فرماتا تو آسمان ہی پیدا نہ ہوتے " اسی لئے کبھی زمین کا نظارا ہوتا ہے کبھی آسمان زیرِ پا ہوتا ہے اور مکان و لامکان کا آنِ واحد میں عبور ہوتا ہے کہ ایسا محبوب کہ خالق و مخلوق سے ہمکلام ہوتا ہے: ع

ادھر اللہ سے واصل ادھر مخلوق میں شاغل

بندوں کو مالکِ حقیقی تک پہنچاتا ہے، یتیموں کا سہارا، غریبوں کا یارا، بت پرستوں کو صراطِ مستقیم دکھانے والا:

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانیوالا مرادیں غریبوں کی بر لانے والا

یتیموں کا ملجا غریبوں کا ماویٰ وہ اپنے پرائے کا غم کھانیوالا

بعد حمد و صلوٰۃ کے جاننا چاہیئے کہ اس وقت ہم کس دورِ ناگریز سے گزر رہے ہیں، اگر کوئی خدا کا منکر ہے تو کوئی (نعوذ باللہ) انبیاء علیہم السلام کو گناہوں میں ملوث سمجھتا ہے، کوئی صحابہ کرام و اہل بیتِ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر دشنام طرازی کرتا ہے اور کوئی اولیاء کرام پر دریدہ دہنی کرتا ہے۔

اگرچہ مادی دنیا اس وقت ترقی پر ہے اور مذہب بالائے طاق رکھا جارہا ہے اور بعض جو مذہبی آدمی ہیں ان کا مذاق اڑایا جا رہا ہے: لادینی کا دور دورہ ہے لَا یَبْقٰی مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اِسْمُہٗ " نام کا اسلام باقی رہ جا(ئیگا)

لَا یَبْقٰی مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُہٗ " نہ رہے گا قرآنِ مجید مگر رسم اور لکھائی پر پورا عمل ہو رہا ہے لیکن یاد رکھو ؎

لا مذہبی سے ہو نہیں سکتی فلاحِ قوم
ہرگز گذر سکیں گے نہ ان منزلوں سے آپ

کس کس چیز کا ذکر کروں، کن آنکھوں سے آنسو بہاؤں، کن بالوں سے خون کے قطرات بہاؤں، میں کوئی زبردست عالم نہیں کہ آپ کا دل لبھاؤں، اپنی علمی بے بضاعتی اور تحریری بے سروسامانی سے واقف ہوں اس کے باوجود میں نے یہ پہلی مرتبہ ایک عظیم الشان واقعہ پر قلم اٹھایا ؎

تمنا ہے کہ اس دنیا میں کوئی کام کر جاؤں
اگر کچھ ہو سکے تو خدمتِ اسلام کر جاؤں

یہ میں نے کیوں جرأت کی؟ صرف اس لئے کہ اگر یہ تحریرِ مختصر بارگاہِ ربوبیت اور دربارِ محبوبیت میں پسند آگئی تو مجھ گنہ گار، سیاہ کار کے لئے ذریعۂ نجات بن جائے، یہ کیا! مجھے تو ہر وقت خدا تعالیٰ کی کریمی اور جناب محمدِ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کی رحمۃ للعالمینی پر ناز ہے۔ اس سے مسلمانوں کے عقائد معاندین و منکرین کی تصحیح ہو سکے۔ میرے دل میں یہ ولولہ پیدا ہوا کہ کب تک بے حسی سے زندگی گزارے گا کچھ تو دین کی محبت کا ثبوت دے! اور بعض حضرات کے مجبور کرنے پر آج میں نے عزم بالجزم کر لیا کہ سب سے پہلے حضور پر نور، شافعِ یوم النشور، سیّاحِ لامکاں، رحمتِ انس و جاں، سیدِ عالم، نورِ مجسم، فخرِ آدم و بنی آدم، سرورِ انبیاء، حبیبِ کبریا، سیدنا احمدِ مجتبیٰ جناب

محمدِ مصطفےٰ علیہ السلام کے معراج مبارک کے متعلق کچھ عرض کروں اور اپنی طاقت کے مطابق ہر قسم کے شکوک و شبہات کا ازالہ کروں۔ توکّلاً علی اللہ میں نے اس مبارک کام کو شروع کیا۔ اب پروردگار سے امیدِ واثق ہے کہ وہی اس کو بخیر و خوبی انجام پذیر فرمائے۔۔ (آمین)

۲۱ر جمادی الاولیٰ ۱۳۷۳ھ، ۲۷ر جنوری ۱۹۵۴ء بروز چہار شنبہ یہ رسالہ شروع کیا گیا۔ اس رسالے کا نام "معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم" رکھتا ہوں

وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ وَهُوَ حَسْبِيْ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ

مقدمہ

وہ کونسی چیز ہے جس کو قرآنِ کریم نے ذکر نہیں کیا، ہر ایک چیز اس میں مذکور وموجود ہے لَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ ہ" اور نہیں ہے کوئی تر و خشک جو روشن کتاب میں نہ ہو"۔ از ابتداءِ آفرینش تا قیامِ قیامت جو کچھ ہونے والا ہے سب اس میں درج ہے، غرضیکہ کوئی معمولی سے معمولی بات ہو یا بڑے سے بڑا واقعہ ہو، کوئی سچا واقعہ ہو یا جھوٹا دعویٰ، ہر ایک اپنی عقل کے مطابق تصدیق و تکذیب کرتا ہے مثلاً یہ قرآنِ کریم کا بین مسئلہ ہے کہ سیّدِ عالم نورِ مجسم علیہ السلام خاتم النبیین ہیں ان کے بعد کوئی نیا نبی پیدا ہو ہی نہیں سکتا لیکن پھر بھی آپ دیکھیں کہ اگر آج بھی کوئی مجنون و دیوانہ کہے کہ میں نبی ہوں تو چند لوگ اس کے خرافات کو حق بجانب سمجھیں گے مگر جن کا عقیدہ پختہ اور قرآن و حدیث کے احکام سے واقف ہیں وہ فوراً سمجھ جائیں گے کہ یہ جھوٹا، فریبی، کذاب اور شیطان لعین کا چھوٹا بھائی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ انسانی عقل اگر قرآن و حدیث کے "تابع ہے تو کبھی دھوکا نہیں کھا سکتی۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ جو کچھ قرآنِ مجید اور احادیثِ صحیحہ میں ہے مسلمان اسے بے چون و چرا تسلیم کر لے۔ آج کوئی شخص اگر قرآنی احکام و واقعات کو ماننے کے لئے رضامند نہیں تو ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ وہ خود بخود اسے قبول کرنے پر مجبور ہو جائے گا۔ اگر چند برس پیشتر بعض لوگ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہوائی تخت اور اس کی رفتار سے حیران اور

ششدر تھے وہ آج خود بخود ہوائی جہاز کو دیکھ کر مانتے ہیں۔ اگر کسی زمانہ میں ابابیل کی کنکریوں سے ابرہہ کا لشکر ہلاک ہونا ناممکن تصور کیا جاتا تھا تو آج بندوق اور پستول دیکھ کر اس کی تصدیق ہو جاتی ہے۔

الغرض اگر میں یہ کہوں کہ دورِ جدید کی تمام ایجادات قرآنی واقعات واحکام کی تائید وتوثیق کے لیئے عالمِ وجود میں آئیں تو بالکل بجا ہوگا۔ جتنے انبیاء ورسل علیہم السلام دنیا میں تشریف لائے، چند معجزات بھی زمانے کے لحاظ سے انہیں عطا کیئے گئے۔ مثلاً حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں لوہے کا موم ہونا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے جن وانس، چرند و پرند اور ہوا کا تابع ہونا، حضرت ابراہیم علیہم السلام پر آگ کا گلزار ہونا، حضرت اسماعیل علیہ السلام پر چھری کا اثر نہ ہونا۔ حضرتِ موسیٰ علیہ السلام کا عصا پتھر پر مارنے سے پانی کے چشمے بہا دینا، عصا کو اژدہا بنا دینا، ہاتھ مثل آفتاب چمکنا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مردہ کو زندہ کرنا، چرخِ چہارم پر تشریف لے جانا وغیرہ وغیرہ۔

پروردگارِ عالم نے حضورِ پرنور، شافعِ یوم النشور، فخرِ انبیاء، حبیبِ کبریا، سیدنا محمد مصطفیٰ علیہ السلام کو کتنے معجزات عطا کئے۔ سچ تو یہ ہے کہ جتنے معجزات گذشتہ انبیاء علیہم السلام کو عطا ہوئے سب کے سب بلکہ ان سے بڑھ کر خاتم النبیین کو عطا کئے گئے ہے

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اگر میں آپ کے تمام معجزات کو من وعن احاطۂ تحریر میں لاؤں تو اس کے لئے وقتِ کثیر کی ضرورت ہے لیکن پھر بھی کماحقہ تحریر نہیں کرسکتا۔ تاہم میں نے ارادہ کیا ہے کہ اگر میں سیدِ عالم، نورِ مجسم، فخرِ آدم و بنی آدم جناب محمد مصطفےٰ علیہ السلام کے تمام معجزات بیان نہیں کر سکتا تو کم از کم ایک معجزہ کو ہی بیان کردوں جس سے تھوڑا سا علم ہو جائے کہ تمام انبیاء کرام میں آپ کا کیا درجہ و مرتبہ ہے چنانچہ اس رسالے میں یہ تفصیلاً عرض کروں گا کہ زمین و زمان، مکان و لامکان میں کوئی ایسی بھی جگہ ہے جو حضور کے قدومِ میمنت لزوم سے سرفراز نہ ہوئی ہو۔

زمین و زماں تمہارے لئے ! مکین و مکاں تمہارے لئے !
چنیں و چناں تمہارے لئے بنے دو جہاں تمہارے لئے

غور سے دیکھیں کہ معراجِ مصطفےٰ علیہ السلام سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے۔

بندۂ عاصیم الٰہی بخش

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ

ترجمہ: "پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے (حضور علیہ السلام) کو رات کے تھوڑے سے حصے میں مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک سیر کرائی جس کے ارد گرد ہم نے برکت پھیلا رکھی ہے اور وہ (اللہ تعالیٰ یا حضور علیہ السلام) سمیع بصیر ہے۔"

اس آیتِ مبارکہ کے ترجمہ سے ہر کس و ناکس اس قدر سمجھ سکتا ہے کہ پروردگارِ عالم نے مختصر مگر جامع الفاظ میں ایک عظیم الشان واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ یہ ایک عجیب سیر ہے، حیرت انگیز سفر ہے، یہ کسی باغ کی سیر نہیں، کسی ملک کا سفر نہیں اس سیر کی اصلی اور مکمل حقیقت تو سیر کرنے والا جانے یا سیر کرانے والا۔ ہاں! ہمیں تو اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ زمین سے لامکاں تک ابھی فرش پر جلوہ گر ہے تو ابھی عرش پر، آخر آمد و رفت کیسی؟ ؎

کبھی وہ عرش پر آیا کبھی وہ فرش پر آیا
گنہ گاروں کی خاطر سے ادھر پہنچا ادھر آیا

کیا جنت کے دیکھنے کے لئے گئے تھے یا لوح و عرش و کرسی کا مشاہدہ کرنے گئے؟ یا فرشتوں کا کعبہ؟ کبھی انبیاء کو نمازیں پڑھائی جاتی ہیں تو کبھی ملائکہ کو! خالقِ کون و مکاں سے ملاقات ہوئی، کیا کیا اسرار و رموز کی باتیں ہوئیں ؎

بقدرِ فہم سمجھا ہے ہر اک رتبہ محمد کا!
حقیقت جاننی مشکل ہے معراجِ پیمبر کی

شانِ نزول جب حضور علیہ السلام نے معراج سے واپس آکر اس واقعہ کو بیان فرمایا تو ابوجہل اور دیگر کفار نے آپ کو جھٹلایا اور مذاق اڑایا، تو اللہ تعالےٰ نے یہ آیۂ کریمہ حضور علیہ السلام کی تصدیق میں نازل فرمائی۔

اس آیتِ مبارکہ کا ایک ایک لفظ خود ایک مکمل مضمون ہے جس سے اللہ تعالےٰ کی شانِ ربوبیت اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ محبوبیت آشکارا و ہویدا ہے۔

سُبحٰن اس آیتِ مبارکہ کو لفظِ "سبحٰن" سے شروع فرمایا جس کا معنیٰ ہے "پاک" اور یہ کلمۂ تعجب ہے کلامِ عرب میں یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب وہ ایسی کلام سنیں جو خارقِ عادات یا عقولِ بشریہ اس کے ادراک سے قاصر ہوں۔ وہ علام الغیوب اس راز سے واقف تھا کہ لوگ اس واقعہ کو محال و ناممکن سمجھیں گے۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ رات کے تھوڑے سے حصہ میں ساتوں آسمانوں، عرش و کرسی اور لامکاں تک ہو کر آگئے۔ عجائب و غرائب سماوات کا مشاہدہ ہوا تو فرمایا: "اے لوگو! اللہ سبحان ہے وہ سبحان جس کی قدرت اور طاقت محتاجِ بیاں نہیں، وہ سبحان جو خالقِ ارض و سماوات ہے، وہ سبحان جس کے حکم سے اجرامِ سماوی گردش میں ہیں۔ وہ سبحان جس نے اپنے بندے کو وہ عقل و فراست عطا فرمائی کہ وہ ہوائی جہاز، راکٹ بنا کر سالوں کا سفر منٹوں، سیکنڈوں میں طے کر لے، وہ سبحان جس کے بندوں میں یہ طاقت ہے کہ اپنی آواز کو ایک برِ اعظم سے دوسرے برِ اعظم تک پہنچا دے، وہ سبحان جو موت و زیست کا مالک ہے، وہ سبحان جو مچھلی کے پیٹ میں اپنے بندے کو

زندہ رکھے، وہ سبحان جو بغیر مادر و پدر کے انسان پیدا کرے، وہ سبحان جو بغیر والد کے بچہ پیدا کرے، وہ سبحان جس نے سورج کی کرن کو یہ طاقت بخشی کہ وہ انسان کی آنکھ جھپکنے کی مدت میں ۹۵ کروڑ ۷۰ لاکھ میل کا فاصلہ طے کرے اگر یہی سبحان اپنے خاص بندے کو ایک آن میں زمین کے ذرے ذرے اور آسمان کے کونے کونے کی سیر کرا دے تو کیا بعید ہے۔

۲۔ خیرا اگر یہ بات ہے تو خدا تعالےٰ نے جو حضرت کے عروج کے وقت اپنی ذاتِ مقدس کی پاکی بیان فرمائی اس میں کیا راز ہے؟ اس کو تو اترتے وقت بیان فرماتے۔ راز اس میں یہ ہے کہ آسمان پر چڑھنا بہ نسبت اترنے کے زیادہ تعجب خیز ہے اس بناء پر عروج کے وقت لفظِ سبحان لاکر اپنی ذاتِ مقدس کی پاکی بیان فرمائی۔

۳۔ لفظِ "سبحٰن" مشتق ہے "سَبْح" سے اور "سَبْح" مصدر ثلاثی مجرد ہے بمعنی تیز روی۔ سبحان کی سرخی نے بتا دیا کہ آئندہ جو مضمون آئے گا اس میں خاص تیز رفتاری کا ذکر ہوگا۔ دوسرا یہ کہ لفظِ سبحان مشتق ہے سَبْح سے بمعنی تیرنا مچھلی پانی میں تیر سکتی ہے اگر خشکی میں آجائے تو مر جائے، پرندے ہوا میں اڑتے ہیں اڑتے ہیں، اگر پانی میں ڈال دئے جائیں تو ختم ہو جائیں۔ خشکی کی مخلوق علیحدہ آگ کی مخلوق علیحدہ، لفظِ سبحان سے یہ بات ظاہر ہے کہ جانے والا کرۂ ہوا سے بھی گذر گیا، کرۂ زمین سے بھی گذر گیا، کرۂ نار سے بھی گذر گیا ؎

تحت الثریٰ سے ثور تک اک اک کو ہے خبر
مشہور ہو گیا ہے ترا قرب دور تک

اَلَّذِیْ اسمِ موصول لایا گیا تاکہ واقعۂ معراج کی کمال شان و شوکت ظاہر ہو کہ وہ مقامِ مدح میں ذکر کیا گیا۔ تسبیح و تقدیس کی دلیل قرار دیا گیا۔ اس رب الارباب نے اپنے آپ کو ظاہر نہ فرمایا بلکہ پوشیدہ رکھا ؎

خوشتر آں باشد کہ سرِ دلبراں ؛
گفتہ آید در حدیثِ دیگراں

اَسْرٰی سیر کرائی۔ ا۔ یہاں اَذْھَبَ "لے گیا" بھی استعمال ہو سکتا تھا اسریٰ" کو کیوں ترجیح دی گئی ؟ اس لیئے کہ لفظِ اسریٰ سیر و تفریح اور مسرت پر دلالت کرتا ہے بخلاف اَذْھَبَ کے کہ اس سے یہ بات واضح نہیں ہو سکتی تھی، رات کی سیر کے لئے لفظِ اسریٰ استعمال ہوتا ہے، چونکہ معراج رات کو ہوئی اس لیئے اس کو استعمال کیا گیا۔

بِعَبْدِہٖ اس آیت میں خداوندِ کریم نے حضور علیہ السلام کو لفظِ عبد سے تعبیر فرمایا حالانکہ مقامِ مرتبت تھا حبیب، خلیل، رسول، نبی یا کسی اور زبان سے ذکر کیا جاتا۔ اور قاعدے کی بات ہے کہ ہر محب اپنے محبوب کے دیدار کے وقت پیار کے لفظوں سے یاد کرتا ہے نہ کہ ان لفظوں سے جس میں فضیلت ظاہر نہ ہو ؟

جواب :۔ عبد لانے میں نکتہ یہ ہے کہ علامہ قشیری اور دیگر علماء کرام نے لکھا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام درجات پر پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے پوچھا "اے محمد! (علیہ السلام) آپ کو یہ بزرگی اور شرف کیسے ملا ؟ عرض کی اے میرے رب! یہ میری عبدیت کے سبب سے ملی ہے۔

۲۔ جب حضرتِ عیسٰی علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے تو نصاریٰ نے انہیں ابن اللہ کہنا شروع کر دیا۔ خدا تعالٰے نے ہم پر بڑا کرم فرمایا کہ اس عقیدۂ باطلہ سے منزہ کرنے کی غرض سے صاف طور سے "عبد" ارشاد فرمایا تاکہ اب بھی کوئی آپکے متعلق وہ دعوٰے نہ کر بیٹھے جو نصاریٰ نے کیا۔ حضرتِ عیسٰی علیہ السلام تو چوتھے آسمان تک گئے تھے لیکن اللہ کے محبوب تو لامکان تک ہو آئے، ان پر بھی کوئی خدائی کی ڈگری ثبت نہ کر دے اس واسطے عبد استعمال فرمایا کیونکہ عبودیت اور الوہیّت میں نسبتِ تضاد ہے، جو عبد ہوگا وہ ہرگز خدا ہو ہی نہیں سکتا۔ اسی لئے عیسٰی علیہ السلام نے پیدا ہوتے ہی یہ کلمات فرمائے اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ، ارے عقل کے اندھو! میں تو اللہ کا بندہ ہوں، پیدا ہوا تو اللہ کا بندہ، عالمِ شباب میں ہوں گا تو اللہ کا بندہ، نبی ہوں گا تو اللہ کا بندہ، آسمانوں پر اٹھایا جاؤں گا تو اللہ کا بندہ، آسمان سے زمین پر آؤں گا تو اللہ کا بندہ، مجھ پر موت بھی آئے گی کیوں کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ پھر رسولوں کے سردار کے پاس دفن کیا جائے گا اسی لئے تو میں زمین پر آیا کہ آسمان سے یہ زمین افضل و اعلیٰ ہے۔ حضرتِ عیسٰی علیہ السلام نے خود فرمایا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں لیکن حضور علیہ السلام کو اللہ تعالٰے نے خود (عبدہٗ) اپنا بندہ فرمایا ؎

عبد دیگر عبدہٗ چیزے دگر
ایں سراپا انتظار آں منتظر

عبد وہ جو رب کا انتظار کرے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر عبدہٗ وہ جس کا رب انتظار فرمائے۔ عبد وہ جو چوتھے آسمان پر جائے اور ہزار ہا

سال کے بعد واپس آئے۔ عبدہٗ وہ جو آنِ واحد میں لامکاں تک ہو کر واپس آجائے عبد وہ جو جس کی عزت رب کی نسبت سے ہو، عبدہٗ وہ جس کی عبدیت سے مولیٰ و آقا کی عظمت ظاہر ہو۔

لَیْلًا لفظِ اسریٰ سے اتنی بات ظاہر ہو چکی تھی کہ معراج دن کو نہیں بلکہ رات کو ہوئی تھی لیکن پھر سوال پیدا ہوتا تھا کہ رات کے کتنے حصے میں اس سفر کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا گیا، تو اس وقت کو بتانے کے لئے لَیْلًا کو بطورِ نکرہ استعمال کیا گیا اور لیلاً کی تنوین جو تقلیل پر دلالت کرتی ہے وہ اس بات پر شاہد ہے کہ یہ سفر سیکنڈ سے بھی کم عرصے میں انجام پایا اِنَّ تَنْكِيْرَ اللَّفْظِ وَتَنْكِيْرَهٗ يَدُلُّ عَلَى التَّاكِيْدِ وَالتَّقْلِيْلِ۔ اس لفظ نے جہاں قلتِ وقت کو صراحتہً ذکر کیا وہاں مدعیانِ معراجِ روحانی پر دوسرا قہر ڈھایا ہے کہ اگر روح کی تیز رفتاری کو اس واقعہ سے تعلق ہے تو تھوڑی سی رات میں یہ کونسا عجیب واقعہ ہے جس میں ایک ایک لفظ میں ہزارہا اہتمام کیے گئے۔ عالمِ خواب و تصور میں روح اتنی مسافت طے کرتی رہتی ہے۔ "روح را قرب و بعد یکساں ست" کیا قرآنِ کریم کو کلامِ الٰہی مانتے ہوئے لفظِ لیلاً روحانی معراج کی تائید کرنا، اس معجزہ کا کلامِ مقدس سے مضحکہ نہ ہوگا۔

مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى مسجد حرام سے لے کر مسجد اقصیٰ تک۔ یہاں سفر کی ابتدا اور انتہا کا ذکر فرمایا (مسجدِ حرام سے، خانہ کعبہ سے بیت المقدس تک صرف دو مسجدوں کا ذکر کیا کہ اگر لوگ اتنے سفر کو مان لیں

تو اگلا سفر خود بخود سمجھ میں آجائے گا کَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِھِمْ "لوگوں سے ان کی عقل کے مطابق کلام کیا کرو۔" وہ ذات جو اپنے محبوب کو مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک لے جا سکتی ہے وہ اگر چاہے تو فوراً لامکاں تک بھی لیجا سکتی ہے۔

اَلَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ یہ وہ جگہ ہے جو ہماری برکتوں سے معمور اور بھرپور ہے۔ اے محبوب! ہماری برکتوں اور رحمتوں کے خزانوں کا مشاہدہ اور معاینہ کریں۔ یہ تمام برکتیں اور رحمتیں ہم نے آپ پر اور آپ کی امت پر نچھاور کرنے کے لئے محفوظ کی ہیں وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی "عنقریب اللہ آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔"

لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا تاکہ ہم اسے اپنی نشانیاں دکھائیں، عربی قاعدہ سے "آیات" جمع ہے اور ضمیرِ متکلم کیطرف مضاف ہے اور اصول میں یہ بات واضح ہے کہ ایسی صورت میں استغراق یعنی کل کے معنی پیدا ہو جاتے ہیں اور لفظِ مِنْ کا تبعیضیہ ہونا غیر منقول ہے۔ اس بناء پر آیتِ کریمہ کا ماحصل یہ ہوا کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے محبوب علیہ السلام کو عالمِ جبروت۔ عالم لاہوت، عالم ناسوت کے عجائب و غرائب کا مشاہدہ کرایا۔

اور یہ بھی جان لینا چاہیئے کہ یہ سیر اس طرح نہیں کی جیسے کہ ایک دوست اپنے دوست کو بازار، باغ یا عجائب خانہ کی سیر کراتے کہ جس سے تفریحِ طبع ہو یا درماندگی تشنگی وگرسنگی ہو بلکہ یہ سیر وہ سیر ہے کہ جس کے ایک ایک قدم پر اور ایک ایک ادا پہ ہزاروں گنہگاروں کی بگڑیاں بن رہی ہیں اور پوری مخلوق ان کے دیدار سے اپنی پیاس بجھا

رہی ہے ؎ ہم وہ بندے ہیں کہ دن رات گناہ کرتے ہیں
یہ وہ آقا ہیں کہ سب بخش دیا کرتے ہیں

خاص خاص نشانیاں دکھائیں جن کا ذکر انشاءاللہ تعالےٰ دورانِ مضمون میں تحریر ہو گا۔

اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ "بے شک وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے"۔ اس ارشاد کا انداز بھی عجیب و غریب ہے اِنَّہٗ کی ضمیر کا مرجع یا لفظ عبد ہے یا سبحان ہر اعتبار سے معنیٰ جدا گانہ اور محل بالکل صحیح ہے ایسی حالت میں اصولیوں کے نزدیک دونوں معنیٰ معتبر و منصوص ہوتے ہیں۔ اگر مرجع لفظِ "عبد" جو ضمیر کے قریب ہے قاعدہ کے لحاظ سے اور معنیٰ کے اعتبار سے درست ہے کیونکہ "عبد" بجائے سبحان کے قریب ہے اگر قریب کا مرجع ہر لحاظ سے محال ہو تو بعید کو کو لیتے ہیں۔ لیکن یہاں تو لفظِ عبد مرجع بنانے سے مضمون زیادہ واضح اور صاف ہو جاتا ہے اور کوئی استحالہ لازم نہیں آتا تو آیت کا ترجمہ یہ ہو گا کہ بیشک وہ بندہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

اس خاتمہ بیان میں مدعیانِ معراجِ روحانی کی اور خبر گیری کی کہ یہ سفر مجموعۂ روح و جسم کا ہوا۔ اس میں غفلت کا شائبہ نہ تھا بلکہ امت نوازِ معراج والا آقا ہر آواز کو سنتا اور ادر ہر چیز کو دیکھتا جاتا تھا۔ کیونکہ روح بغیر جسم کے اور جسم بغیر روح کے نہ دیکھ سکتا ہے اور نہ سن سکتا ہے۔ ہمیشہ روح مع الجسم پر اسمع و لبصر، سننے کا اور دیکھنے کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ اگر مرجع سبحان ہو تو ترجمہ یہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

لطائفِ متعلقہ آیت ھٰذا

ارباب طریقت کے نزدیک سالک کو تین مقام پیش آتے ہیں اول عروج (بلندی)، دوم وقوف (سکون) سوم رجوع (واپسی)۔ اللہ تعالےٰ نے اس آیت کریمہ میں بھی تین امر اختیار فرمائے۔ لہذا آج شبِ معراج میں بانی طریقت، حامیٔ معرفت نے ان سلوک کو بھی طے فرمایا۔ آج تک کوئی اہلِ طریقت و تصوف عروج کے اس مقام تک نہیں پہنچا جس بلندی پر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔ کوئی جنت کے اندر آیا کوئی بلغات جنت تک، کوئی چوتھے آسمان تک، کوئی طور تک۔ لیکن آپ نے جنت کو عبور کیا، آسمانوں کو طے کیا، بیت المعمور سے گذرے، عرشِ اعظم سے آگے لامکان تک پہنچے۔

اب ذرا منزلِ وقوف کو بھی ملاحظہ کیا جائے۔ کہاں ٹھہرے، کس کے پاس ٹھہرے۔ اس منزل و مقام کی تمام انبیاء و اولیاء تمنا ہی کرتے رہے لیکن منتظر ہی رہے لیکن آج اس مرتبت کو حضور علیہ السلام نے طے فرمایا اور انوار و تجلیاتِ الٰہی سے ہمکنار ہوئے۔ جب یہ دونوں منزلیں آپ نے طے فرمالیں تو یکے بعد دیگرے تیسری منزل کو بھی پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔

لطیفۂ دوم

اس آیتِ کریمہ میں یہ تین امر اختیار فرمائے اوّل غیبوبت، جو مطابق مقامِ عروج ہے اور فرمایا سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا اپنے آپ کو ظاہر نہ فرمایا بلکہ غائب ہی رکھا۔ پھر تکلم جو موافق مقامِ وقوف ہے یعنی جب وقوف ہوا آنے والے نے بلانے والے سے راز و نیاز کی بات کی فرمایا بٰارَکْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اور بالآخر تکلم سے رجوع غیبوبت اختیار کیا اور فرمایا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ۔ تاکہ اشارہ ہو جائے

اس جانب کہ میرا حبیب بھی شبِ معراج سالکِ راہِ طریقت وشناورِ بحرِ معرفت تھا مگر اس لیے یہ تینوں مقامات چند ساعتوں میں طے فرمائے جو دوسروں کو برسوں کی ریاضت سے بھی حاصل نہیں ہوتے۔

لطیفہ سوئم یا یہ تعبیراتِ ثلٰثہ یعنی غیبوبت، تکلّم، رجوع اشارہ ہے احوالِ ثلاثہ میں حضورِ اقدس علیہ السلام کی طرف کہ آپ اول شب اس عالم میں تھے پھر چند ساعات میں آسمانوں پر پہنچے وہاں سے سدرۃ المنتہیٰ اور سدرہ سے بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہوئے اور طرح طرح کی نعمتوں اور برکتوں سے مشرف ہو کر اپنے دولت کدہ واپس تشریف لائے۔

معراجِ مصطفٰے علیہ السلام کی حکمتیں

معراجِ مقدس کی حکمتیں تو بے شمار و بے حساب ہیں جن کو عقولِ بشری اور افہامِ انسانی احاطۂ تحریر میں لانے سے قاصر ہیں لیکن بعض حکمتیں درجِ ذیل ہیں:

۱۔ رسالتمآب مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم کو عالمِ ملکوت وجبروت و لاہوت کا عینی مشاہدہ کرایا تاکہ علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین کے اعلیٰ مراتب اور علوی کوائف من کل الوجوہ آپ حاصل کریں تاکہ آپ کی سیادت و شرافت جملہ انبیاء علیہم السلام پر باکمل الوجوہ مستحق ثابت ہو۔

قبل از معراج خواجۂ معراج صلی اللہ علیہ وسلم کو علم الیقین تھا اور عین الیقین اور حق الیقین کے حصول کا ذریعہ بغیر معراجِ جسمانی چونکہ غیر ممکن تھا اس لیے حضور علیہ السلام کو معراج کرا کے مرتبہ علم الیقین سے عین الیقین اور حق الیقین پر

فائدہ فرما دیا۔ (تفسیر کبیر)

۲۔ وحی کے مختلف اقسام بالوسائط ہیں، خالقِ کون و مکان نے خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر قسم کی وحی سے مشرف فرمایا تھا مگر یہ تمام اقسام سے افضل و اعلیٰ ترین وحی ہے کہ حضرتِ جبریل کو بھی خبر نہ ہو تو حضور کو بغیر واسطہ کے مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف فرمایا۔

۳۔ اللہ تعالےٰ نے رحمۃ للعالمین فرمایا (سب جہانوں کی رحمت) آپ کی رحمت سے دنیا والے تو مستفیض ہوئے تھے، آسمان والے رہے جاتے تھے لہذا اللہ تعالیٰ نے آسمان پہ بلایا اور اپنے حبیب کی رحمت سے آسمان والوں کو بھی مستفیض فرمایا تاکہ کوئی فردِ عالم آپ کی رحمت سے محروم نہ رہ جائے اسی لئے یہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ تمام معجزات اور درجات جو انبیاء کرام کو علیحدہ علیحدہ عطا فرمائے گئے وہ تمام بلکہ ان سے بڑھ کر حضور علیہ السلام کو عطا ہوئے۔

قرآنِ مجید اور احادیثِ مطہرہ میں اس کی ہزارہا امثال و نظائر موجود ہیں۔ مثلاً حضرتِ موسیٰ علیہ السلام کو کلیم اللہ بنایا کہ وہ کوہِ طور پہ رب سے کلام فرماتے حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام چرخِ چہارم پر بلائے گئے، حضرتِ ادریس علیہ السلام جنت میں بلائے گئے تو حضور علیہ السلام کو معراج کرایا گیا۔ جس میں اللہ سے کلام بھی ہوئی، آسمان کی سیر بھی کرائی، جنت و دوزخ کا معاینہ بھی ہوا غرضیکہ وہ سارے مراتب سید الانبیاء حبیبِ کبریا علیہ السلام کو ایک معراج میں طے کرائے گئے ؏

بہ مقامے کہ رسیدی نہ رسد ہیچ نبی

نوری مخلوق کہہ رہی تھی کہ جو مرتبہ آپ نے پایا ہے وہ اور کوئی پانا کیا جانے
اور پھر بڑا فرق وہاں کوہِ طور اور یہاں عرش۔ حضرت کلیم اللہ خود جاتے ہیں اور محبوب
علیہ السلام بلائے جاتے ہیں ؎

طور اور معراج کے قصہ سے ہوتا ہے عیاں
اپنا جانا اور ہے ان کا بلانا اور ہے!

۵۔ آسمان پر کروڑہا ملائک ایسے ہیں جو کسی طرح زمین پر نہیں آسکتے تھے اور جناب سید المرسلین کی زیارت کے بے حد مشتاق تھے، ہر روز حق تعالیٰ کی جناب میں دعا کرتے تھے کہ الٰہی! ہمیں بھی نبی آخر الزمان کی زیارت سے مشرف فرمادے حق تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرما کر حضور علیہ السلام کو ساتوں آسمانوں تک بلایا اور آپ کی زیارت سے مشرف فرمایا۔

۶۔ فرشتوں کو اپنی علوِ مرتبت اور سماوی شرافت پر فخر اور ناز تھا اور یہ خیال کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی مخلوق ایسی پیدا نہیں کی اور نہ ہی پیدا فرمائے گا جو ہم سے فضائل و مکارم میں مساوی ہو۔ حقیقت میں چونکہ یوں نہ تھا لہٰذا باری عزاسمہٗ نے بوجہ سیادت سماوی ناجائز غرور و تکبر کا قلع قمع فرمادیا۔

۷۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امام الانبیاء اور امام الملائکہ تھے اس لئے حضور علیہ السلام نے بیت المقدس میں انبیاء علیہم السلام کو نماز پڑھائی اور بعد ازاں آپ بیت المعمور (فرشتوں کا خانہ کعبہ) میں ملائکہ کے امام بنے اور ان کو نماز پڑھائی اور یہ بات تمام جن وانس، انبیاء و ملائکہ پر ظاہر ہوگئی کہ حضور علیہ السلام امام الکل ہیں۔

۸۔ جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی تین حالتیں ہیں بشری، ملکی اور حقی۔ شانِ بشری کا اظہار ہو چکا تھا کہ آپ کی ظاہری اور تبلیغی حالت بشری تھی یہاں سے کوئی یہ استدلال نہ کرے کہ حضورِ اکرم ہمارے جیسے بشر تھے، نہیں نہیں واللہ! ان کی بشریت اور ہماری بشریت میں لامتناہی فرق ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے آیت قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (الآیۃ) کو آیاتِ متشابہات سے ذکر فرمایا ہے اور حضور علیہ السلام نے صحابہ کو فرمایا لَسْتُ كَاَحَدِكُمْ "میں حقیقت میں تم سے کسی کی طرح نہیں، اَبِيْتُ عِنْدَ رَبِّيْ وَهُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِيْ "میں رات کو اپنے رب کے حضور ہوتا ہوں اس کے انوار و تجلیات کا مشاہدہ کرتا ہوں وہی مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔" ان کی بشریت پر ہماری بشریت لاکھ مرتبہ قربان ہو تو کم، ان کی بشریت سے انسانیت خلافتِ الٰہیہ کی مستحق ہوئی۔ مولانا رومی نے آپ کی بشریت کے متعلق لکھا ہے

اے ہزاراں جبرئیل اندر بشر
بہرِ حق سوئے غریباں یک نظر!

"اے وہ سردار جس کی بشریت پر ہزاروں جبرئیل قربان ہو جائیں خدا کے لئے ہماری طرف ایک نگاہ ہو جائے۔"

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُنْظُرْ حَالَنَا
يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ اِسْمَعْ قَالَنَا
اِنَّنِيْ فِيْ بَحْرِ غَمٍّ مُّغْرَقٌ
خُذْ يَدِيْ سَهِّلْ لَّنَا اَشْكَالَنَا

ان کی بشریت جن کے سر کے بالوں کو اگر خالد بن ولید اپنی ٹوپی میں سلا کر جس جنگ میں جائیں کبھی شکست نہ ہو، ان کے کان وہ جو خدا سے کلام سنیں، وہ آنکھ جس نے خدا دیکھا، جنت و دوزخ قیامت تک کے آنے والے واقعات کو دیکھا، وہ زبان جس کی کلام رب کی کلام، وہ زبان جو حق کی کنجی، دانت وہ جب اندھیری کوٹھڑی میں تبسم فرمائیں تو کھوئی ہوئی سوئی اس کی روشنی میں مل جائے۔ لعابِ دہن جو آبِ کوثر سے افضل، اگر صدیقِ اکبر کے اس زخم پر جو سانپ نے کاٹا تھا، لگایا جائے تو فوراً شفا ہو جائے۔ حضرتِ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی دکھتی ہوئی آنکھوں میں لگا دیا جائے تو تندرست ہو جائیں، کھارے پانی میں اگر ڈالا جائے تو میٹھا ہو جائے، اگر حضرتِ ابو ہریرہ اپنے سینے پر مل لیں تو عقل میں بے پایاں ترقی ہو، ہاتھ وہ جب دعا کے لئے اٹھ جائیں تو مستجاب ہو، اگر بارش مانگیں تو فوراً بادل گھر آئیں۔ اگر یہ دعا مانگیں اَللّٰھُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِاِیْمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ تو فوراً قبول ہو، اس کی انگلی اگر چاند کی طرف اٹھ جائے تو دو ٹکڑے ہو جائے، اگر سورج کی طرف اشارہ ہو جائے تو سورج واپس لوٹ آئے ؎

اشارے سے چاند کو چیر دیا چھپے ہوئے خور کو پھیر دیا
گئے ہوئے دن کو عصر کیا یہ تاب و تواں تمہارے لئے

پاؤں وہ جو زمین پر بھی چلیں، عرش پر بھی اور لامکان پر بھی پہنچے، وہ جسم جس کا سایہ تک نہ ہو۔

یہ مختصر سی بشریت کی تشریح مجھے اس واسطے کرنی پڑی تاکہ عقائد باطلہ کی تصحیح ہو سکے۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام سید البشر تھے اس لئے بشر کو سبق سکھایا،

درسِ ہدایت دیا، سفر میں، حضر میں، جنگ میں، امن میں غرضیکہ زندگی کے ہر شعبے کو جو ابھی تشنہ کام تھا آپ نے پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا اور سب انسانوں کے پیشرو اور پیشوا بنے۔

دوسری حالت ملکی ہے۔ ضروری تھا کہ فرشتے بھی آپ کی اقتدار کریں، اس لئے فرشتوں کے کعبہ (بیت المعمور) میں ان کو نماز پڑھا کر زیارت وہدایت کا موقع بخشا۔ اس طرح بیت المقدس میں امام الانبیاء بنے اور اس پر اپنا فضل و شرف ظاہر فرمایا اور بیت المعمور میں امام الملائکہ بنے تاکہ ان پر آپ کی فضیلت عیاں ہو جائے۔

تیسری حالت حقی ہے۔ مملکتِ حقی میں شانِ حقی کے اظہار کے لئے تشریف فرما ہوئے۔ اے شانِ بشری کا ملاحظہ کرنے والو! ذرا آج شانِ ملکی اور شانِ حقی کا بھی مظاہرہ دیکھو۔ بیت المقدس میں انسانوں سے افضل انسان انبیاء علیہم السلام کی امامت اور بیت المعمور میں فرشتوں کی امامت۔ اب پروردگارِ عالم کے انوارِ تجلیات سے نوازے گئے۔ انشاء اللہ ان حالتوں کا مفصل ذکر علیحدہ علیحدہ اپنی اپنی جگہ بیان کیا جائے گا۔

۹۔ آپ کو کفارِ بد ہنجار نے ستانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا تھا یہاں تک کہ ابوجہل نے ایک دن آپ کو لے جا کر اپنا مال و متاع دکھایا کہ یہ سونے کا ڈھیر یہ چاندی کی کثرت و بہتات۔ لہذا اللہ تعالے نے معراج کرایا اور بتایا کہ اے میرے حبیب علیہ السلام یہ جو کچھ بھی ہے اور جو کچھ ہوگا سب آپ ہی کے لئے ہے۔ آپ ہی کی خاطر جملہ کائنات کو پیدا فرمایا ہے اور آپ ہی کو دنیا و آخرت میں

خوش کرنا ہے۔

۱۰۔ جب ابوطالب کی وفات کے بعد کفار نے حضور علیہ السلام کو بے حد ایذار پہنچانا شروع کی تو حضور علیہ السلام نے ایک دن نہایت حسرت سے فرمایا کاش! اگر آج کوئی میرا دوست ہوتا تو میرے کام آتا، رفیق ہوتا تو غمخواری کرتا، یار ہوتا تو دلداری کرتا۔ اب ان کافروں نے محمد کو تنہا پاکر ایذار دینا اور برا کہنا شروع کر دیا ہے۔ یہ فرما کر شام کو اپنی پھوپھی ام ہانی کے گھر جاکر ایک حجرے میں ملول و مغموم عبادت الٰہی میں مشغول ہوئے۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب کو ملول و مغموم دیکھ کر دلداری اور غم خواری فرمائی۔ اسی رات جبریل علیہ السلام کو بھیج کر اپنے محبوب کو اپنے پاس بلایا اور اپنے عجائب و غرائب قدرت دکھا کر دیدار و کلام سے مشرف فرماکر حضور علیہ السلام کی تسکین خاطر فرمائی۔ کفار کی کیا مجال ہے کہ آپ کا بال بھی بیکا کرسکیں۔ آپ کا بول بالا ہوگا۔ کفار کا منہ کالا ہوگا، ہر مقام و منزل پر فتح و نصرت آپ کے قدم چومے گی۔

۱۱۔ تمام پیغمبروں نے اللہ کی جنت و دوزخ کی گواہیاں دیں اور اپنی اپنی امتوں سے پڑھوایا کہ اَشْہَدُ اَنْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، مگر ان حضرات میں سے کسی کی گواہی عینی (دیکھی ہوئی) نہ تھی بلکہ سماعی (سنی ہوئی) تھی اور گواہی کی انتہا دیکھنے پر ہوتی ہے تو ضرورت تھی کہ انبیاء کی اس پاک جماعت میں کوئی پاک ہستی وہ بھی ہو کہ ان تمام چیزوں کو دیکھ کر گواہی دے اور اسی کی شہادت پر گواہی کی تکمیل ہو جائے۔ یہ شہادت کی تکمیل حضور علیہ السلام کی ذات پر ہوئی، اسی طرف اشارہ فرمایا اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاہِدًا الآیۃ "ہم نے آپ کو گواہ بنا کر بھیجا" گواہی سب پیغمبروں نے

دی تھی مگر وہ اسناد تھی اور حضور علیہ السلام کی گواہی اس اسناد کی انتہا اسی لئے حضور خاتم النبیین ہیں کہ سمعی شہادتوں کی انتہا عینی شہادتوں پر ہو جاتی ہے۔ اگر آپ کی تشریف آوری پہلے سے ہی ہو جاتی تو دیگر انبیاء نبوت سے سرفراز نہ کئے جاتے۔ نیز حضور کے بعد کسی نئے نبی کی ضرورت نہیں کہ عینی گواہی کے بعد سنی ہوئی گواہی کیسی؟ آپ تو لامکان تک ہو کر آئے ہیں ؎

کسی کا پہلے فلک پر کسی کا چوتھے پر
حضور آپ کا شہرہ لامکاں تک ہے

۱۲۔ عیسائیوں کو یہ فخر تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چونکہ آسمان پر تشریف فرما ہیں لہٰذا اجلہ انبیاء کرام سے افضل ہیں اس لئے اس عقیدہ کی تصحیح کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو ممتاز فرمایا اور بتایا کہ ہم نے اپنے محبوب و مرغوب کو وہ درجہ عنایت فرمایا ہے جو کسی اور کے لئے ممکن نہیں۔

(۱) ایک نصرانی حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمتہ کے پاس آیا محدث صاحب فرماتے ہیں ؎

کسے بگفت کہ عیسیٰ زِ مصطفٰے اولیٰ ست
کہ ایں بہ زیرِ زمین ست آں باوجِ سما است
بگفتمش کہ نہ این قول معتبر باشد
حباب بر سرِ دریا گہر تہِ دریاست

۱۳۔ خالقِ کون و مکاں نے اپنے حبیب کے غلاموں سے اپنے دیدار کا وعدہ فرمایا ہے جس کا حضور کی زبان فیض ترجمان سے ہمیں علم ہوا

مگر قاعدہ کلیہ ہے کہ جب تک کسی کی تعریف و توصیف نہ کی جائے طبیعتیں اس چیز کی طرف میلان نہیں کرتیں اور جب تک کسی نے موصوف کو خود نہ دیکھا ہو کما حقہ، اس کی تعریف نہیں کر سکتا۔ اس لیئے حضور رؤیتِ باری سے مشرف ہوئے تاکہ اس کی وہ تعریف کر سکیں جو اس کی شان کے لائق و سزاوار ہو۔

۱۴۔ اس احکم الحاکمین بادشاہِ حقیقی نے حضور کو اپنا حبیب بنایا اور حبیب کو اپنے تمام خزائن و دفائن پر مطلع کر دیا اور عجائب و غرائب مملکت کی سیر کرانا چاہتے جیسا کہ مجازی بادشاہوں کا دستور ہوتا ہے کہ جب وہ کسی کو اپنی محبت کے ساتھ مخصوص کرتے ہیں تو تمام خزائن و دفائن سے اسے مطلع کرتے ہیں اور عجائب و غرائب کی سیر کراتے ہیں اور اسے تمام اشیاء کا سردار و مختار بناتے ہیں لہٰذا اس بادشاہِ حقیقی نے پہلے تمام خزائن و دفائنِ زمین پر حضور علیہ السلام کو مطلع فرمایا جیسا کہ حدیث شریف میں ارشاد ہے زُوِیَتْ لِیَ الْاَرْضُ فَرَاَیْتُ مَشَارِقَھَا وَمَغَارِبَھَا "میرے لیئے زمین سمیٹی گئی اور اس کے مشارق و مغارب مجھے دکھائے گئے"۔ پھر شبِ معراج اپنے پاس بلا کر عجائب سماوات، دوزخ و جنت وغیرھا کی سیر کرائی اور ان کی کنجیاں حضور علیہ السلام کو عطا فرمائیں اور سب کا مالک و مختار بنایا جسے چاہیں جو دیں جسے چاہیں نہ دیں ؏

کل عالم و ما فیہ کے سیاہ و سفید کا — خالق نے ان کو مالک و مختار کر دیا

۱۵۔ حضور علیہ السلام مملکتِ الٰہیہ کے بعطاءِ الٰہی مالک ہیں اس لیئے جنت کے پتہ پتہ پر حوروں کی آنکھوں، فرشتوں کی پیشانیوں پہ غرضیکہ ہر جگہ لکھا ہوا ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ یعنی یہ چیزیں اللہ کی بنائی ہوئی ہیں اور محمد رسول اللہ

کودی ہوئی ہیں ؎

مالکِ کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں

دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

؎ میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب

یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

منشائے الٰہی یہ تھا کہ اپنے محبوب کو اس کی سلطنت و ملکیت دکھائی جائے۔

۱۶۔ ابتدائے آفرینش میں یہ فیصلہ ہوا تھا کہ حضور علیہ السلام قیامت کو شافعِ امت ہوں گے۔ شفاعت کا تاج ان کے سرِ اقدس پر ہوگا۔ ادھر قیامت کے ہیبتناک و وحشتناک مناظر کے متعلق یہ ارشاد خداوندی اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ ۔ "بے شک قیامت کا زلزلہ اہم ترین شیئ ہے"

قیامت کے رعب و دبدبہ اور جلال و ہیبت کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ اس دن بڑے بڑے اولو العزم انبیاء کو مجالِ سخن نہ ہوگی اس لئے حضور علیہ السلام کو بلا کر تمام عجائب و غرائب اور ہولناک مناظر کا مشاہدہ کرایا کہ کہیں حضور بھی دوسرے انبیاءِ کرام کی طرح قیامت کی ہولناکی کو دیکھ کر خائف نہ ہو جائیں اور آپ سے شفاعتِ کبریٰ جیسے فرض کی ادائیگی میں کسی قسم کی کوتاہی نہ ہو جاتے لہٰذا ضروری تھا کہ آپ کو اس کا مشاہدہ کرا دیا جائے تاکہ شفاعتِ کبری کے وقت آپ کے دل میں قیامت کی ہولناکی کا کوئی اثر باقی نہ رہے۔

نظیر:۔ موسیٰ علیہ السلام کو جب دربارِ خداوندی سے فرعون اور آلِ فرعون کو تبلیغ کرنے کا حکم ہوا تو خداوند تعالے نے ان کے عصا کو معجزہ بنا کر حکم دیا

قَالَ اَلْقِهَا یٰمُوْسٰی "اپنے عصا کو پھینک دیجئے"۔ ان کے پھینکتے ہی اژدہا بن گیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اس سے ڈرنے لگے تو اللہ تعالےٰ نے حکم دیا خُذْھَا وَ لَا تَخَفْ "پکڑ لیجئے اور کچھ خوف نہ کیجئے"

خداوندی حکم سنتے ہی آپ نے اسے پکڑ لیا اور آپ کا خوف زائل ہو گیا۔ اگر حضرتِ موسیٰ علیہ السلام نے اس کا سانپ بن جانا دیکھ کر پکڑا نہ ہوتا تو آپ بھی فرعون اور اس کی قوم کی طرح خوف کرتے اور بحالتِ خوف میں معجزہ کی غرض و غایت فوت ہو جاتی اسی طرح اگر حضور شافعِ یوم النشور نے بھی امورِ غیبیہ کا مشاہدہ نہ فرمایا ہوتا تو تمام انبیاء کرام کی طرح آپ بھی نفسی نفسی فرماتے۔ امتی امتی فرمانا اور شفاعتِ کبریٰ کے لئے لب کشائی کرنا غیر ممکن الوقوع ہوتا ؎

فرمائیں گے اور نبی اِذْھَبُوْا اِلٰی غَیْرِیْ

میرے کریم کے لب پر اَنَا لَھَا ہوگا

۱۷۔ حضرتِ موسیٰ علیہ السلام کے معجزۂ عصا کو دیکھ کر فرعون کے کئی سپاہی اور سب جادوگر ایمان لے آئے۔ اسی طرح حضور علیہ السلام کے معجزۂ معراج کو دیکھکر صدہا لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔

۱۸۔ ایک روز حضور کی امت گنہگار مع اعمال حضور پر پیش کی گئی۔ سرکارِ ابد قرار نے بنہایت خشوع و خضوع سے بارگاہِ ایزدی میں عرض کی کہ الٰہی میں قیامت کے دن اس سیاہ کار امت کی کونسی بد اعمالیوں کی شفاعت کروں گا۔ ان سیاہ کاروں کی شفاعت کرنے میں مجھے خود شرم آئے گی۔ گنہگار امت کے گناہ حد سے زیادہ اور شمار سے باہر دیکھ کر بنہایت ملول و محزون ہوئے۔ اللہ تعالےٰ کو اپنے پیارے حبیب صلی اللہ

کا غمگین اور رنج آلودہ ہونا اچھا معلوم نہ ہوا۔ آخر شبِ معراج حضور کو بلا کر اپنے دریائے رحمت و خزائنِ معرفت دکھائے تاکہ کثرتِ گناہِ امت سے غمگین نہ ہوں اور دیکھیں کہ ان کی امت کے جرم و گناہ زیادہ ہیں یا ان کے رب عزوجل کے خزائنِ مغفرت اور بحرِ رحمت زیادہ ہیں۔

۱۹۔ جب حضور علیہ السلام مقامِ قاب قوسین عالمِ ارض و سما پر جلوہ افروز ہوئے تو خالقِ ارض و سما نے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب اس وقت عالمِ ارض و سما آپکے نعلین مبارک کے نیچے ہیں۔ جو اشیاء اس وقت آپ کے نعلینِ مبارک کے نیچے ہیں اگر آپ قیامت کے دن ان میں سے کوئی چیز طلب فرمائیں گے تو کو اس کے دینے میں کوئی تامل نہ ہوگا اور ارشادِ خداوندی میں حضور علیہ السلام کو ہم امت کی شفاعتِ کبریٰ کے سلسلے میں یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ جو چیز اس وقت آپ کے نعلینِ مبارک کے نیچے ہے یعنی امت اور جملہ کائنات روزِ حساب ہمیں اس کے عطا کرنے میں کسی قسم کی لیس و پیش نہ ہوگی ؎

جو سر پہ رکھنے کو مل جائے نعلِ پاکِ حضور

تو پھر کہیں گے کہ ہاں تاجدار ہم بھی ہیں

۲۰۔ جب اللہ تعالےٰ نے زمین و آسمان پیدا فرمائے تو ان دونوں نے آپس میں فخر و مباہات کی۔ زمین نے کہا کہ میں تجھ سے بہتر ہوں کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے بیوت، بحار، اشجار، اثمار، انہار و پہاڑ، وحوش و طیور، جن و انس، جمادات، نباتات حیوانات، معدنیات وغیرھا سے مجھے زینت دی اور رنگ برنگ پھلوں، پھولوں سے آراستہ و پیراستہ کیا۔

آسمان نے کہا کہ میں تجھ سے بہتر ہوں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے چاند، سورج، ستاروں سے مزین فرمایا اور مجھ میں عرش و کرسی، لوح و قلم، دوزخ و جنت، حور و غلمان اور ملائکہ پیدا فرمائے۔

زمین نے کہا مجھ میں اللہ تعالیٰ نے ایسا گھر برکت والا بنایا جس کی زیارت اور طواف کو انبیاء، و اولیاء اور تمام مسلمان راہِ دور و دراز سے آتے ہیں۔

آسمان نے کہا مجھ پر بیت المعمور ہے جس کے طواف کو فرشتے آتے ہیں اور مجھ میں وہ چیزیں ہیں جس میں انبیاء و اولیاء و صالحین کی روحیں آکر جمع ہوتی ہیں۔

زمین نے کہا کہ میں تجھ سے بدرجہا بہتر ہوں کہ مجھ میں سیدالمرسلین خاتم النبیین حبیب رب العالمین باعثِ موجودات علیہ افضل الصلوات و اکمل التحیات رونق افروز ہوئے۔

جب آسمان نے یہ سنا تو جواب سے عاجز و ساکت ہو کر جنابِ باری میں عرض کی کہ الٰہی تو ہی مضطر و پریشان کی دعا قبول کرنے والا ہے۔ میں زمین سے مناظرے میں ساکت اور جواب سے عاجز ہو گیا ہوں۔ لہٰذا تجھ سے ملتجی ہوں کہ تو اپنے حبیبِ لبیب کو مجھ پر بلا تاکہ میں بھی زمین کی طرح اس کے قدومِ میمنت لزوم سے سرفراز ہو جاؤں پس اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول فرمائی اور اپنے حبیب کو آسمان پر بلایا اور اسے خجلت و شرمندگی سے رہا کیا۔

(۲) جب اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً "میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں" فرمایا تو انہوں نے عرض کی اَتَجْعَلُ

فِيهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيهَا " تو زمین میں ایسی مخلوق بنانا چاہتا ہے جو فساد برپا کریگی"
رب العالمین نے فرمایا اِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ " میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ۔"

مفسرینِ کرام اس بات پر متفق ہیں کہ خداوندِ کریم کے اِنِّي اَعْلَمُ کے اشارے سے اپنے حبیب کی طرف لطیف مگر بین اشارہ تھا کہ اے فرشتو! تم آدم کی نسل سے مفسد پرداز اور خونریز انسانوں کو دیکھتے ہو مگر میری نگاہ اس فخرِ موجودات پر ہے جو تخلیقِ کائنات کا مقصودِ اصلی ہے الغرض ملائکہ نے جب حضور کی اس قدر تعریف سنی تو آپ کے دیدار کی خواہش پیدا ہوئی اور انہوں نے دربارِ خداوندی میں حضور کی زیارت کی استدعا کی ۔ خدا تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول کیا اور اس وعدہ کی تکمیل کیلئے حضور علیہ السلام کو معراج ہوئی ۔

نظیر : زلیخا کو حضرتِ یوسف علیہ السلام سے جس قدر عشق تھا زنانِ مصر اسے ملامت کیا کرتی تھیں ۔ جب زلیخا نے چاہا کہ ان کی ملامت کو کوتاہ کرے تو حضرتِ یوسف علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی : اُخْرُجْ عَلَيْهِنَّ " بہرِ خدا زنانِ مصر کے سامنے تشریف لائیے ۔"

حضرت یوسف علیہ السلام جب ان کے پاس جلوہ گر ہوئے تو زنانِ مصر جمالِ یوسفی دیکھ کر ایسی از خود رفتہ ہو گئیں ؎

حسنِ یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشتِ زناں
سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردانِ عرب

۲۲ ۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ

وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۔ ترجمہ: "اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کی جان ومال خرید لئے جنت کے بدلے میں،، اللہ تعالےٰ مسلمانوں کی جان ومال کا خریدار ہے۔ مسلمان فروخت کرنے والے اور یہ سودا ہوا حضور کے وسیلہ سے اور یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جس کی معرفت سودا ہو، وہ مال کو بھی دیکھے اور قیمت کو بھی۔ چنانچہ فرمایا گیا اے محبوب! تم نے مسلمانوں کے مال وجان کو تو دیکھا آؤ جنت کو بھی دیکھ جاؤ اور اپنے غلاموں کی عمارتیں اور باغات بھی ملاحظہ کرو۔ بلکہ خریدار کو بھی دیکھ لو یعنی خود پروردگار عالم کی ذات کو بھی۔ اور امام کی قراءت مقتدی کی قراءت، امام کا دیکھنا سب کا دیکھنا ہے۔

۴۳۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے بارگاہِ رب العزت میں بصد عجز ونیاز عرض کی تھی کہ اے رب العالمین میں نے جس قدر عصمت کے عبادت خانہ میں تیری عبادت کی ہے اس کا ثمرہ مجھے دکھایا جائے لہٰذا حکم ہوا جاؤ ہمارے حبیب لبیب سیّد انس وجان، سیاح لامکاں، صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کو آج کی رات ہماری بارگاہِ بے نیاز میں تشریف لانے کی اطلاع دو۔ ان کی براق کی لگام تھامے ہوئے آؤ۔ میں نے یہ رتبہ کسی اور کو عطا نہیں کیا لیکن تمہاری عبادت کے سبب آج یہ خدمتِ جلیلہ سپرد کی جاتی ہے کہ میرے محبوب کی شاہانہ سواری کے ساتھ ساتھ بطورِ خادمانہ اور جو نعمتیں اور برکتیں ان پر نچھاور کی جائینگی انہیں سے کچھ نعمتیں تمہیں بھی دے دی جائیں گی۔

۴۴۔ ماہ رجب اور پیر کے دن کو معراج ہونے میں یہ حکمت تھی کہ سال کا شروع ماہِ محرم شریف اس امتِ مرحومہ کے لئے شروعِ اسلام سے متبرک ہو چکا تھا

اس کے بعد ذوالحجہ کا مہینہ بھی نہایت متبرک تھا۔ ٹھیک وسطِ سال میں کوئی مہینہ ایسا متبرک نہ تھا اس لئے رب العزت نے وسطِ سال میں یعنی ماہِ رجب میں حضور علیہ السلام کو معراج کا مرتبہ عطا فرما کر یہ سارا مہینہ جناب کی امت کے لئے متبرک فرمایا۔

اب یوں خیال فرمایئے کہ قدرتِ الٰہی اور رحمتِ لامتناہی نے سال کے دوران کو تین مہینوں پر تقسیم فرما دیا۔ اول سال میں محرم الحرام کا مہینہ متبرک، درمیان میں رجب المرجب اور اخیر میں حج کا مہینہ۔ پھر ہر ایک حصہ کے درمیان جو کچھ خالی تھا اس کو بڑی بڑی رحمتوں کے مہینے سے مالا مال فرما دیا ماہِ محرم اور رجب شریف کے درمیان ربیع الاول کا مہینہ داخل کیا جو حضور علیہ السلام کی ولادت کا مہینہ تھا۔ ماہِ رجب اور ذوالحجہ کے حصے میں شعبان المعظم اور رمضان المبارک کو داخل فرما کر حضور کی امت کے لئے ہر روز روزِ عید اور ہر رات کو شب برات بنایا۔

پیر کے دن کو جمعہ کے دن کے ہم پلہ کرنا منظور تھا اور پیر کا دن نہایت کمزور دن تھا اس لئے قدرت الٰہی نے پیر کے دن کو بہت سی بزرگیاں عطا فرمائیں۔ حضور علیہ السلام کی ولادت پیر کے دن، نبوت پیر کے دن، ہجرت پیر کے دن، وصال پیر کے دن، جو بڑے مرتبے کا دن تھا جس دن کی رات معراج کیلئے مقرر فرمائی۔ اس کا دن پیر، پس پیر کے دن کو ایسی ایسی بزرگیاں دے کر جمعہ کے قریب پہنچا کر ایک ہفتہ میں پورے دو دن بزرگ جناب کی امت کو مرحمت فرمائے تاکہ دو شفیع دن، دو شفیع رات عطا کرے

تاکہ اس امت کے کالے اعمال کو نورانی فرما کر قیامت کے دن امت کو نور علیٰ نور بنا کر اغیار کے سامنے لائیں۔

۲۵۔ رات کو معراج ہونے میں حکمت یہ تھی کہ جب کوئی شخص اپنے محبوب سے ملنے کی تمنا کرتا ہے تو رات ہی کو کرتا ہے کیونکہ رات پردہ پوش ہے بہت پاکیزہ وقت ہے اَللَّیْلُ لِلْعَاشِقِیْنَ سَتْرٌ "رات کا وقت عاشقوں کے لئے بھید ہے۔

بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام چودہویں رات کے چاند تھے اور چاند کا سماں رات ہی کو بندھتا ہے لہذا رات کو معراج ہوئی۔ یا اس لیئے کہ رات راز و اسرار کے لئے نہایت موزون ہے اور ایک بات یہ ہے کہ ایمان بالغیب بڑی نعمت ہے اگر دن کو معراج ہوتی تو صدیقِ اکبر جیسے ایمان والے ایمان بالغیب کے ثواب سے محروم ہو جاتے حضرتِ جبریل نے واقعۂ معراج آنکھوں سے دیکھا۔ امام ابوحنیفہ نے کانوں سے سنا مگر ایمان میں دعویٰ ہمسری کیا فرماتے ہیں میرا ایمان جبریل کے ایمان سے کم نہیں۔

۲۶۔ رات کے وقت یہ بھی حکمت تھی کہ ایک ہی وقت دونوں آفتاب اکٹھے نہ ہوں اور آفتابِ نہار حضور کے رخِ انور کی اشعۂ درخشندہ و انوار کے روبرو چادر شرمندگی و ماندگی میں محجوب مستور نہ ہو۔

۲۷۔ رات کے وقت اجابتِ دعا اور قبولیت توبہ و استغفار ہے جو شخص قریب نصفِ شب توبہ و استغفار کرتا ہے یا جائز حق لینے کے لئے دعا مانگتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی دعا اور توبہ و استغفار قبول کرتا ہے۔ اس امر سے

خدا تعالیٰ علیم و دانا تھا کہ میرے حبیب کو ہر وقت امت کا خیال دامنگیر رہتا ہے اس لئے معراج کے واسطے رات ارشاد فرمائی تاکہ میرا حبیب اس رات جو مانگے عطا کر دیا جائے جسے بخشوانا چاہیں بخش دیا جائے۔

۲۸۔ معراج شریف کے مکہ مکرمہ میں ہونے کی حکمت یہ تھی کہ اگر مدینہ منورہ میں ہوتا تو بارہ منزل کی زمین جو درمیان مکہ اور مدینہ کے ہے۔ وہ حضور کے قدموں کی برکتوں اور حضور کے نور کی شعاعوں سے محروم رہتی حضور کا فیض عام ہونے کے لئے مکہ سے معراج ہوئی۔ دوسری بات مدینہ طیبہ میں حضور پر ایمان لانے والے جناب کی باتوں کو تسلیم کرنے والے لوگ بہت آباد تھے، اعتراض ہو سکتا تھا کہ اپنی جماعت میں جو چاہا کہہ دیا حضور کی جماعت نے تسلیم کر لیا، کوئی مخالف تسلیم کرتا تو تب بات تھی۔ اس لئے حضور کے دشمن جہاں کثرت سے تھے وہیں یہ واقعہ پیش آیا تاکہ دشمن اعتراض کریں پھر روشن نشان صداقت دیکھ کر عاجز و ناچار ہو جائیں۔ وَالْفَضْلُ مَا أَقَرَّتْ بِهِ الْأَعْدَاءُ "بات تو وہی ہے جو دشمن بھی تسلیم کرے"۔

پھر ایسا ہی ہوا کہ جب جناب نے شب معراج کی صبح کو واقعۂ معراج مکہ والوں سے بیان کیا۔ ایک قریشی کافر آپ کو جھوٹا کہتا اور آپ پر قہقہہ لگاتا ہے اور یہ کہتا تھا کہ آج تو محمد بن عبد اللہ نے (نعوذ باللہ) جھوٹ بولا ہے جو بچہ بچہ کے نزدیک ثابت ہے۔ غرضیکہ بہت سے مذاق اور انکار کے بعد فیصلہ یہ ٹھہرا کہ اچھا آپ اگر بیت المقدس سے لامکاں تک ہو آئے ہیں تو بیت المقدس کی عمارت کے نشانات مسجد کی ترکیب و ہیئت مینارے

اور برجوں کی تعداد بتائیے۔ وہاں واقعہ سچا تھا سب کچھ بتا دیا حضور کی زبانی بیت المقدس کے سچے نشانات سن کر خاموش اور ناچار ہوئے پس اس عجیب و غریب واقعہ کو مکہ کے منکروں کافروں نے بھی تسلیم کر لیا۔ جو بات مکہ میں حاصل ہوئی یہ بات مدینہ میں حاصل نہ ہو سکتی تھی۔

۲۹۔ معراج شریف میں اول مکہ سے بیت المقدس تک پھر بیت المقدس سے آسمانوں تک کیوں نہ مکہ ہی سے آسمان پر بلا لیا! خدا کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔ آسمانوں پر حضور کا تشریف لے جانا بہت سے تعلیم یافتہ لوگوں کی سمجھ میں نہ آیا۔ بھلا مکہ کے جاہل قریش ان پڑھ کس طرح سمجھ سکتے تھے لیکن جب پہلا حصہ معراج کا زمین اور موجودہ دنیا پر واقع ہوا اور اس واقعہ کی تصدیق قریش کے جاہلوں نے حضور سے بیت المقدس کے نشانات، علامات، برج اور کنگرے پوچھ کر اطمینان کر لیا اور جان لیا کہ بے شک حضور آج رات کو بیت المقدس تک ضرور گئے۔ پس جب موجودہ زمین کا معراج کامل طور سے ثابت ہو گیا پھر معراجِ آسمانی کے انکار کی کوئی وجہ باقی رہ نہ سکی۔ دوسری وجہ یہی تھی کہ اگر مکہ سے معراج ہوتا تو مکہ سے بیت المقدس تک زمین آپ کے قدم مبارک سے محروم رہ جاتی۔

۳۰۔ اظہارِ نبوت سے تقریباً ساڑھے گیارہ سال بعد معراج شریف ہونے میں یہ حکمت تھی کہ تبلیغ نبوت کی مدت ۲۳ سال ہے جس کے آدھے ساڑھے گیارہ سال بعد بالکل درمیان میں ہوئی اس طرح ماہِ رجب جو کہ سال کا تقریباً درمیانی مہینہ ہے اور دوشنبہ کا دن جو ہفتہ کا درمیانی دن ہے اس معراج کے لئے منتخب کیا گیا۔ یہ دین بھی درمیانی ہے افعال و احکام کے لحاظ سے اور

امت بھی درمیانی وَجَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا الآیۃ تو معراج بھی درمیانی مدت تاریخ و ماہ میں ہوئی اور قاعدہ کے مطابق خَيْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُهَا سب سے اچھا کام درمیانی کام ہے۔

تفسیر آیتِ مبارکہ بطریقِ فلسفہ

فلسفہ کی مشہور کتابوں میں لکھا ہے کہ کسی چیز کا دو کَون اور دو آن میں ہونا حرکت ہے اور حرکت کے لئے چند امور ضرور متحقق ہوں گے۔

۱۔ مَا مِنْهُ الْحَرَكَة : مبدءِ حرکت جہاں سے حرکت شروع ہو۔

۲۔ مَا إِلَيْهِ الْحَرَكَة : منتہیٰ حرکت، جہاں حرکت ختم ہو جاتی ہو۔

۳۔ مَا فِيْهِ الْحَرَكَة : مسافت، جس جگہ حرکت ہوتی ہو۔

۴۔ مقدارِ حرکت۔ جتنے عرصے میں حرکت ہوتی ہے پورا وقت بتانا۔

۵۔ اَلْحَرَكَة : اَلْخُرُوْجُ اِلَى الْفِعْلِ بِالتَّدْرِيْجِ یعنی ایک چیز کا قوت سے بتدریج فعل کی طرف آنا۔

۶۔ متحرک : صاحبِ حرکت جس کے ساتھ حرکت قائم ہوتی ہو۔

۷۔ محرک : ذو حرکت، یعنی جو چیز حرکت دیتی ہے۔

قرآنِ مجید کا معجزہ تو دیکھو کہ دنیا کے فلاسفہ کے تمام سوالوں کا جواب ایک مختصر مگر جامع آیت میں دے دیا۔ اس طرزِ بیان اور فصاحت و بلاغت کو دیکھ کر فلاسفر انگشت بدنداں ہیں۔

واقعۂ معراج ایک حرکت ہے جس کے لئے مذکورہ بالا امور کا یہاں

پر متحقق ہونا از بس ضروری ہوگا۔ سب سے پہلے چونکہ محرک کی ضرورت ہے
اس لیئے ہم اس کتاب سے سوال کرتے ہیں جو ہر بات کا جواب دیتی ہے
اس سے اگر ہم پوچھیں کہ تو کس کی طرف سے نازل ہوئی تو جواب دیتی ہے
نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ "خدا نے اسے اتارا" اگر پوچھیں کہ تیری حفاظت
کون کرتا ہے تو اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ "خدا ہی اس کی حفاظت فرماتا ہے"
اگر پوچھیں کہ کس ہستی پر نازل ہوئی ہے! تو جواب ملتا ہے نَزَّلْنَا عَلَيْكَ
الْقُرْاٰنَ ہم (خدا) نے آپ (محمد مصطفٰے علیہ السلام) پر کتاب (قرآن مجید)
نازل کی۔ اگر سوال کریں کہ کس کے ذریعے نازل ہوئی تو جواب دیا قُلْ مَنْ
كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ الآیۃ" فرما دیجئے کون ہے دشمن جبریل کا وہی تو
آپ کے قلب اطہر پر قرآن مجید نازل کرتا ہے، خدا کے قلم سے۔ کس مہینے
میں نازل ہوئی؟ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِىْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ "رمضان
شریف میں قرآن مجید نازل فرمایا، رمضان کی کونسی رات؟ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِىْ
لَيْلَةِ الْقَدْرِ "لیلۃ القدر میں نازل فرمایا۔" اس میں کیا کچھ ہے؟
تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَىْءٍ "سب کچھ آسمان و زمین کی باتیں" ابتدائے آفرینش سے
تاقیامت جو کچھ ہونے والا ہے سب کچھ بیان کرتی ہے۔

جب یہ کتاب سب کچھ بیان کرنے والی ہے تو آؤ آج اس سے پوچھیں
اور ضرور پوچھیں کہ بتائے واقعہ معراج کا محرک کون تھا؟ وہ کونسی ہستی تھی
جو سیاحِ لامکاں علیہ السلام کو لے گئی؟

سنو! یہ کتاب اس کا جواب دیتی ہے کہ "سُبْحٰنَ" پاک، منزہ، ملقی

ذات جس کے ایک حکم کن سے تمام کون و مکان میں جان پڑ جائے ،نیستی سے عالمِ وجود میں آجائے ۔ وہی محرک جو اپنے محبوب کو معراج کے لئے لے گیا۔

یہ ہمیں معلوم ہو گیا کہ لے جانے والا اَحَد تھا اب یہ بتائیے متحرک (صاحبِ حرکت)، کون تھا؟ ذرا غور سے دیکھیں کہ قرآن مجید نے اس کو کتنے درخشندہ الفاظ سے بیان فرمایا بِعَبْدِہٖ کا رب العالمین اپنے مقرب بندے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سیر معراج کے لئے لے گیا۔

یہ ظاہر ہے کہ حرکت کے لیے محرک و متحرک تو ثابت ہو گئے اب ہمیں براہِ مہربانی یہ بھی بتائیں کہ خدا تعالٰی نے اپنے محبوب کو سیر کرانا چاہی تو تمام زمین و آسمان کا نظارہ ،عرش و کرسی کا جلوہ ،بیت المعمور ، سدرۃ المنتہٰی ، مکان و لامکاں ،عظیم الشان منازل کو طے کرنے کے لئے کتنا عرصہ لگا؟ جواب ملتا ہے کہ اے عقلی سلطنت کے حکمرانوں! تم یہ سمجھتے ہو گے کہ یہ دور و دراز کا سفر لاتعداد سالوں میں ختم ہوا ہو گا نہیں نہیں! بلکہ لَیْلًا "رات کے تھوڑے سے حصے میں"۔ یا اس طرح سمجھئے کہ آنکھوں کے جھپکنے میں یہ سیر پایۂ تکمیل تک پہنچی۔

فلسفے کی دھجیاں اڑانے کے لئے اور فلسفیوں کو منہ توڑ جواب دینے کے لئے یہ بھی بتا دیا۔

مَامِنْہُ الحرکت : اس سیر کی ابتدا کہاں سے ہوئی؟ وہ کونسا عظیم الشان مقام تھا، وہ کیسی بابرکت جگہ تھی جس جگہ اس نوری مخلوق نے اس مجسم نوری دولہا کو نوری سواری (براق) پر سوار کیا اور پھر نہایت بن سج کر یہ نوری برات

نوری دنیا کیطرف روانہ ہوئی - تم یہ سمجھو گے کہ جہاں سے یہ مبارک جلوس شروع ہوا ہوگا وہ معمولی سی جگہ ہوگی ؟ نہیں ہرگز نہیں بلکہ وہ مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ "حرمت والی مسجد سے"، جس کی عزت کرنا ہر مسلمان کا فرضِ منصبی ہے - یہی وہ مسجد ہے جس میں کسی کو قتل کرنا اور شکار کرنا حرام ہے - یہی تو وہ اللہ کا گھر ہے جس کی حضرتِ آدم علیہ السلام نے دنیا میں سب سے پہلے اللہ کی عبادت کے لئے تعمیر کی - یہی وہ گھر ہے جس کی تعمیر کے لئے حضرتِ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے اینٹیں رکھیں، اسماعیل علیہ السلام اینٹیں لاتے تھے اور حضرتِ جبریل علیہ السلام مٹی لاتے تھے - چونکہ یہ مقام دنیا کے تمام مقامات سے افضل و اعلیٰ تھا اس لئے اس عدیم المثال جلوس کی ابتدار یہیں سے ہوئی -

اب اگر ہم یہ پوچھیں کہ اس سیر کی انتہا، اس جلوس کا اختتام کہاں ہوا تھا تو بالکل بجا ہوگا - ذرا نظر تو دوڑاؤ کہ ان دو عظیم المرتبت سطروں میں اس سوال کا جواب بھی ہے کہ نہیں ؟ ہاں ہاں پتہ لگ گیا اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَى الَّذِىْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ خدا تعالےٰ نے فرمایا اس دور کی مسجد تک جس کو ہم نے اپنی نعمتوں سے نوازا ہے، وہ دور کی مسجد کیسی ؟ مسجدِ اقصیٰ میں لطیف اشارہ اس طرف ہے کہ ہر ایک اپنے علم و عقل کے مطابق سمجھے کہ وہ دور کی مسجد کونسی ہے ؟ اگر عقل اسفل کے پنجرے میں قید ہے اور اس کا بازِ عقل سطحِ زمین سے بلند نہیں ہوتا - آسمان کی وسیع و عریض سلطنت سے واقف نہیں ہوتا تو بیت المقدس ہی کو دور کی مسجد لے تو یہی کافی و وافی ہے

اگر اس سے انکار کرے تو کفر لازم آتا ہے اور اگر عقلِ اعلیٰ کا مالک ہے اور اسکا شہبازِ عقل سطحِ زمین سے پرواز کر کے آسمانوں کی بلندیوں تک پہنچتا ہے اس کے نزدیک آسمان تو آسمان سدرۃ المنتہیٰ اور عرشِ اعظم بھی نزدیک ہی ہے ۔

محبت مجھے ان جوانوں سے ہے
ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کمند

مَامِنۂ الحَرَکَتْ وَاِلَیۂ الحَرَکَتْ : ہمیں معلوم ہو گیا کہ مَافِیۂ الحرکت یعنی کتنی مسافت طے کی ، جس کا اندازہ مسجدِ حرام سے لے کر مسجدِ اقصیٰ تک ہے ۔ قیامت تک کوئی فلسفی اشہر ، عالمِ متبحّر اپنے چھوٹے سے چھوٹے سفر کو اتنے چھوٹے سے جملے میں ہرگز ادا نہیں کر سکتا کہ جس سے واقعے کے تمام ضروری پہلوؤں پر پوری روشنی پڑ سکے ۔ یہ صرف اس پروردگارِ عالم کی شان ہے کہ ایک چھوٹے سے جملے میں ایک وسیع وعظیم واقعہ کے تمام پہلوؤں مکمل طور پر منکشف ہو رہے ہیں ۔

واقعہ معراج کا تفصیلاً ذکر شہبازِ لامکان کی پرواز

اللہ تعالیٰ نے جب اپنے محبوب کو دیکھا کہ کفارِ بدہنجار کے ظلم و جور سے میرا محبوب غم والم میں گھرا ہوا ہے تو اس تسلّی وخوشی کے لئے اپنا دیدار کرایا جاتا ہے ۔ عالمِ بالا میں فرحت و نشاط کے سامان مرتب کئے جاتے ہیں کیف و سرور کے نغمے الاپے جاتے ہیں ، انبیاء و ملائکہ کو پیغام پہنچایا ہے

کہ میرے محبوب کے استقبال کے لئے تیار ہو جاؤ، انبیاؤ مرسلین اور ملائکہ مقربین نے جب خدا کے اس فرمان واجب الاذعان اور مرشدِ کل ہادئ سبُل سیدنا محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنار کی آمد کی خبر سنی تو بس کیا تھا ہر ایک اپنی خوش قسمتی پر نازاں اور مدتوں سے اس گھڑی کا منتظر تھا۔ کائنات و موجودات کی ہر ادنیٰ اور اعلیٰ چیز کو حکمِ باری پہنچتا ہے کہ بس اب ذرا ٹھہر جاؤ۔ یہ تمہارے سکون و آرام کا وقت ہے۔ عزرائیل کو حکم ہوتا ہے کہ اب ذرا جانیں قبض کرنا چھوڑ دے، اے میکائیل! رزق کے رجسٹر بند کر دو، جبریل بیت المعمور سے ذرا باہر آؤ، اسرافیل تم بھی تیار ہو جاؤ، سورج جہاں ہے وہیں ٹھہر جائے چاند ستارے گردش کرنا بند کر دیں، جو جہاں ہے اپنے ہاتھ کام سے اٹھا لے،

نبوت کے بارہویں سال ماہِ رجب کی ستائیسویں تاریخ حضور علیہ السلام کفار بدہنجار کی ایذار و تکلیف کے سبب شام کے قریب نہایت ملول و مغموم حضرتِ ام ہانی کے گھر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا اے پھوپھی جان! آج اللہ کا رسول تمہارے گھر رات پر رات گزارنا چاہتا ہے۔ کیا تم مجھے اس کی اجازت دو گی؟ حضرتِ ام ہانی نے عرض کی ؎

وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے

کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

میں تو بڑی خوش نصیب ہوں کہ آپ جیسا مہمان میرے گھر کو قدم رنجہ فرما کر رشکِ گلزار پر از برکت و انوار فرمائے اور مجھے اپنا دیدار فیض آثار دکھائے ؎

پستی سے مری آج بلندی پہ نظر ہے

سرکارِ دو عالم کی غلامی کا اثر ہے

گرد پھرتی ہیں، بلائیں لیتی ہیں، اور عرض کرتی ہیں قربان جاؤں آج تو میری قسمت ہی جاگ اٹھی۔ اللہ کا پیارا عرش کی آنکھوں کا تارا میرے غریب خانہ میں رونق افروز ہوا۔ امر واقعی میرا مکان عرش سے بھی افضل ہو جائے، آج درحقیقت جتنا بھی اپنی قسمت پر ناز کروں، کم ہے۔

یہ کہہ کر کمرہ صاف کر دیتی ہے اور سیدھا سادھا بستر بچھا دیتی ہے جس پر آرام فرمانے کے لئے آقا و مولیٰ سو جاتے ہیں۔ حضرت ام ہانی نے سوچا یہ وہ زمانہ ہے کہ تمام مکہ والے اس چاند کے دشمن ہیں، آج سارا دن اذیت دیتے رہے، اب رات کا وقت ہے، آپ سو رہے ہیں، کوئی دشمن ادھر نہ آ نکلے اور گزند نہ پہنچائے۔

یہ خیال آتے ہی تلوار نیام سے باہر نکالی اور آپ کے ارد گرد پہرا دینا شروع کر دیا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی کافر و مشرک حضور کو ایذا پہنچائے ؎

سر کٹے، کنبہ لٹے یا گھر مٹے

دامنِ احمد نہ ہاتھوں سے چھٹے

اور اگر کوئی شقی، بدبخت خدانخواستہ ادھر آ بھی گیا تو سب سے پہلے حضور پاک پر قربان ہو جاؤں گی۔ جب تک میرے دم میں دم ہے حضور کا بال بھی بیکا ہونے نہ دوں گی۔ کم از کم جب تک میں زندہ ہوں اپنی آنکھوں سے حضور کی تکلیف نہیں دیکھ سکتی۔

خدا کا لاڈلا حبیب تو آرام فرما ہے، آنکھیں لگی ہوئی ہیں تَنَامُ عَیْنِیْ وَلَا یَنَامُ قَلْبِیْ لیکن دل جاگ رہا ہے۔ اس سے باتیں ہو رہی ہیں جس نے محبوبیت کبریٰ کا عہدہ عطا فرمایا، لولاک کا تاج پہنایا، رحمۃ للعالمین کا سہرا بخشا، شفاعت کا پرچم عطا کیا، ہر قسم کی رحمت و نعمت سے نوازا، آج وہ آرام فرما رہے ہیں جو ہر وقت اپنی سیاہ کار امت کی مغفرت و بخشش کے لئے دعائیں ہی مانگتے ہیں۔ جب پیدا ہوئے تو "رَبِّ هَبْ لِیْ اُمَّتِیْ" اے رب! میری امت کو بخشدے" جاری تھا۔ جب قبر مبارک سے اٹھیں گے تو یہی کلمہ وردِ زبان ہوگا۔

بڑے تعجب کی بات ہے کہ وہ غمخوارِ امت ساری ساری رات کھڑے ہو کر اپنی گنہ گار امت کے لئے بخشش کی دعائیں کیا کرتے حَتّٰی تَوَرَّمَتْ قَدَمَاهُ وَانْشَقَّتْ جِلْدَهٗ یہانتک کہ جس امت نواز آقا کے پاؤں مبارک سوج جاتے اور اس قدر متورم ہو جاتے کہ بعض اوقات پھٹ بھی جاتے اور ساری رات رَبِّ هَبْ لِیْ اُمَّتِیْ پڑھتے گزر جاتی۔ آج کیا بات ہے کہ خلافِ معمول آرام فرمایا جا رہا ہے۔ باوجودیکہ دن بھر تکلیف اٹھاتے رہے مگر رات کو خوشی سے سو رہے ہیں اور خلافِ ظاہر اس قدر اطمینانِ قلب کیسے حاصل ہو گیا؟ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آج انہیں کسی قسم کا کوئی فکر ہی نہیں، یہ کیوں؟ اس لئے کہ خواجۂ کونین عالمِ ماکان و مایکون علیہ السلام کو علم ہے کہ جس دعا کے لئے رات بھر خدا کی بارگاہ میں عرض کرتے گزر جاتی تھی آج اس کے مستجاب ہونے کا وقت ہے، رحمت

الٰہی جوش میں آئے گی اور ایک ایک نام لیوا کو اللہ عزوجل سے عرض کر کے بخشوالوں گا۔ اس لئے آج آرام ہے اور سکونِ قلب کے ساتھ آرام فرمایا جاتا ہے ۔

؎ اگر حضور ہی کا کرم ہو تو بات بنتی ہے
وگرنہ میرے گناہوں کا کچھ حساب نہیں

خواب کے فرشتے کو احکم الحاکمین کا حکم پہنچا کہ تمام عالم پر نیند طاری کر دے چنانچہ اس نے تمام عالم کو محوِ خواب کر دیا۔ ندائے باری ہوتی ہے ، اے طائرِ سدرہ اب کوئی جاگتا ہے کہ نہیں! عرض کی تو علیم و دانا ہے ، سارا عالم محوِ خوابِ غفلت ہے ، پچھلی رات کا جادو چل چکا ہے اور سب خوابِ شیریں کے مزے لوٹ رہے ہیں ، صرف تیری ایک خوش قسمت بندی ننگی تلوار ہاتھ میں لیئے تیرے حبیب کی حفاظت و نگہبانی میں مشغول ہے کہ کہیں دشمن ایذا رسانی نہ کرے ۔

ندا آتی ہے اسے بھی سلا دو۔ یہ وہ وقت ہے جب کہ حضرتِ امِ ہانی آدھی رات کے بعد مکان کا طواف کرتے تھک کر دیوار سے ٹیک لگا کر ستانے کے لئے کھڑی ہو جاتی ہیں کہ پچھلی رات کو ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چلتی ہے جس کی لطافت و نزاکت سے حضرتِ امِ ہانی کھڑے کھڑے سو جاتی ہیں۔ اس وقت جبریل کو حکمِ ربِ جلیل ہوتا ہے کہ اے جبریل آج کی رات سجود و رکوع ، طاعت و عبادت چھوڑ ، تسبیح و تہلیل سے منہ موڑ اپنے آپ کو خواب سے آراستہ و پیراستہ کر ، پھر طاؤس و زیورِ فردوسی سے مزین ہو ، پٹکا خدمتگاری کمر سے

باندھ ، کلاہِ تابعداری و فرمانبرداری سر پر رکھ اور ستر ہزار فرشتوں کو اپنی نیابت میں فوراً تیار کر ، میکائیل کو ارشاد ہوا کہ ذرا توقف کر کہ پیمانۂ ارزاق کو اپنے ہاتھ سے رکھدے ، رزق کی تقسیم ذرا بند ہو جائے - اسرافیل صور پھونکنے کے لئے تیار کھڑا ہے حکم ہوا کہ صور نہ پھونکے ابھی اس سے کنارہ کشی کرے - عزرائیل ذرا آج قبضِ ارواح سے ہاتھ روکے - نور و ضیاء کے مہتمم مسجدِ اقصیٰ سے مسجدِ بیت المعمور جاروبِ نور اور ردائے عیش و مسرت سے صاف کریں اور ہر طرف نور کی چادریں بچھادی جائیں ، تمام اطرافِ عالم میں جود و عطا ، صدق و صفا کے نقارے بجا دئے جائیں - بہشتِ بریں کا منتظم جنت کی آئینہ بندی کرے ، حوریں خلدِ بریں کے لباس سے آراستہ و پیراستہ ہو کر زر و جواہر کے طبق ہاتھوں میں لے کر نہایت سلیقہ و طریقہ سے قطار در قطار کھڑی ہو جائیں - جنت کی ہر چیز قرینے سے سجائی جائے دوزخ کے افسرِ بالا کو حکم مل گیا کہ دوزخ کے دروازے بند اور جہنم کے طبقے ٹھنڈے کردے اور اہلِ دوزخ سے عذاب موقوف کردے - دریائے سمندر موجیں مارنا ختم کردے ، ہوا چلنی بند ہو جائے ، اجرامِ سماوی ہموسح چاند ، ستارے گردش کرنی بند کر دیں ، عرش کو اطلسی لباس سے سنوارا جائے کائنات و موجودات کی ہر ادنیٰ اور اعلیٰ مخلوق اب سکون و آرام کرے ، عرش کو اطلسی لباس پہنایا جائے ، کرسی کے سر پر تاجِ مزین رکھا جائے - لوحِ محفوظ کو زرنگار رکھا جائے -

الغرض اس رات کو خدا تعالےٰ نے ہر زینت سے مزین فرمایا - ہر چیز

کو گلزار بنایا۔ اپنے محبوب شفیق کے لیئے ہر ایک ہستی کو خوب آراستہ فرمایا۔ ناگاہ حضرت جبریل کو خطاب فرمایا کہ خبردار رہو۔ تمام ملائکہ حیران تھے کہ یا اِلٰہ العالمین! کیا بات ہے؟ کیا قیامت آگئی یا کچھ اور؟ فرمایا نہیں۔ آج ہم نے جس کے لیئے سب کچھ پیدا فرمایا ہے ہم چاہتے ہیں کہ اس کو بلائیں اور اپنا نظام بنائیں، ان کے مقدرات ان کے حوالہ فرمائیں، ان کی سنیں اور کچھ اپنی سنائیں لہذا جاؤ۔ وہ ہمارا محبوبِ ازلی، مرغوبِ ابدی کالی کملی میں لپٹا ہوا مکہ معظمہ میں امِ ہانی کے ہاں راحت فرما رہا ہے۔ اس کو بڑے ناز و ادا سے عجز و رضا سے جگاؤ اور آداب عرض کرو:

اٹھیئے اے صاحبِ لولاک اٹھیئے　　　اے باعثِ ایجادِ خلق اٹھیئے
اے سیدِ اولین و آخریں اٹھیئے　　　آج رات راتِ وصل ہے اٹھیئے

اور جلد اٹھیئے۔ اب حضرتِ جبریل کو حکم ہوا ہے بحکمِ الٰہی براق کی جستجو اور تلاش ہوئی کہ آپ کی سواری کے لیئے براق لائیں اور اس پر حضرتِ اقدس کو سیر کرائیں دیکھا کہ ایک جگہ چالیس ہزار براق کھڑے ہیں اور سب کی پیشانی پر نام نامی اسمِ گرامی آنحضرت لکھا ہے۔ ان میں سے ایک براق عشقِ محمدی میں سرگردان و پریشان سر نیچے ڈالے ہوئے مغموم و محزون ایک سمت کھڑا ہے۔ آنکھوں سے آنسوؤں کا تانتا بندھا ہوا ہے۔ حضرتِ جبریل نے اس کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا ارے تجھے کیا ہوا ہے؟ یہ اضطراب کیسا؟ رنج و ملال کا باعث کیا ہے؟ کہا! اے جبریل! چالیس ہزار برس سے آتشِ عشقِ محمدی دل میں شعلہ زن ہے جس کے باعث نہ رات کو آرام ہے نہ دن کو چین ہے،

مجھے اس بات کی تمنا ہے کہ جب آخری نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام صاحب التاجِ والبراق معراج فرمائیں تو مجھ پر سواری فرمائیں کیا خبر یہ کس کی تقدیر میں لکھا ہے۔

تنبیہ

براق تک جانے کہ حضور آخری نبی ہیں۔ آپ کا گدھا جس کا نام آپ نے یعفور رکھا، یہ حضور کی سنت تھی کہ ہر چیز کا نام رکھا کرتے تھے، آیا اور آپ کی خدمت میں رہنے کی التجا کی اور کہا ہمارا خاندان پشت در پشت انبیاء علیہم السلام کی سواری بنتا آرہا ہے لیکن اب صرف میں اپنے خاندان میں تنہا رہ گیا ہوں اور آخری ہوں، آپ خاتم الانبیاء ہیں میں آپ کی تمنا رکھتا ہوں۔ آپ نے اسے قبول فرمالیا۔

جب حضور کو کسی صحابی کے بلانے کی ضرورت پڑتی تو یعفور جاتا، دروازے پر دستک دیتا اور بلا لاتا۔ جب حضور علیہ السلام کا وصال ہوا تو یعفور تابِ مفارقت نہ لاکر انتقال کر گیا،

جانور تک تو حضور کا ادب کریں اور یہ جانیں کہ آپ خاتم الانبیاء ہیں، آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ اب بھی اگر کوئی عقل وشعور رکھتے ہوئے یہ کہے کہ آپ کے بعد کوئی نیا نبی آسکتا ہے تو وہ جانور سے بھی گیا گذرا ہوگا۔

جب جبریل علیہ السلام نے براق کی اس قدر عاجزی وانکساری کو دیکھا، دلاسا دیا اور کہا **فُزْتَ بِرَبِّ الْكَعْبَةِ** رب کعبہ کی قسم تو کامیاب ہوا۔ مسلمانو! قابلِ غور مقام ہے کہ براق کی عاجزی وانکساری نے اس کی چالیس ہزار سال کی امید اور آرزو کو پورا کیا، آج وہی رات ہے جس کی تجھے

تمنا ہے۔ پس آپ کا یہ کہنا تھا کہ براق مارے خوشی کے کودنے لگا۔

براق

براق ایک جانور تھا جو کہ خچر کے برابر تھا مگر اس کی تعریف طاقتِ بشری سے باہر۔ اس قدر تیز رفتار کہ جہاں اس کی نظر پڑتی تھی وہاں اس کا قدم پڑتا تھا۔ براق یا تو "بَرق" سے مشتق ہے جس کا معنی بجلی، یعنی اس کی رفتار بجلی کی طرح تیز تھی۔ یا "بَرِیق" سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے چمکدار۔ براق کا رنگ چمکدار تھا، یا اس وجہ سے کہ بَرقا سے ماخوذ ہے جس کا معنی چتلی ہے چونکہ اس کا رنگ بقول بعض علماء ابلقی تھا۔ اس لئے ان وجوہات کی بناء پر اسے براق کہتے ہیں ؎

سیدنا جبریل از بیت المعمور — براقِ برق برآوردہ از نور

جبریلِ امین فوراً ارشادِ باری کی تعمیل کے لئے روانہ ہو جاتے ہیں اور باقاعدہ جلوس تیار کرتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ ستائیسویں تاریخ ہے، رات کا موقع ہے، چاند کا کہیں نام و نشاں نہیں، سارے عالم میں غضب کی تاریکی ہے ہاتھ کو ہاتھ نہیں سوجھتا، خلدِ بریں کی نورانی شمعیں روشنی کو لینی چاہئیں۔ فوراً خطابِ ایزدی ہوتا ہے اے فرشتو! اس کی کوئی ضرورت نہیں آفتاب کے سامنے چراغ لیکر جاؤ گے۔ ہم نے اپنے محبوب کے نورانی چہرے پر ستر ہزار پردے ڈال رکھے ہیں ؎

تھا آفتاب ذرہ وہ رخ آفتاب تھا

ستر ہزار پردوں میں بھی بے نقاب تھا

صرف ایک پردہ اٹھادو اور پھر دیکھو تو سارا عالم عکسِ رخِ محبوب سے روشن ہو جائے گا تمہاری شمعیں اس کے سامنے تاریک ہو جائیں گی۔

حضرت جبریل فرشتوں کی برات اور براق لے کر بارگاہِ سیدِ کونین میں حاضری دیتے ہیں مگر کس شان سے؟ چھت کو ہٹا کر داخل ہوتے، روح الامین کو یہ خیال آیا کہ چھت ہٹا کر آئے حالانکہ ان سے کبھی ایسی حرکت سرزد نہیں ہوئی اس میں کیا حکمت تھی اور کیا مصلحت تھی؟ مصلحت یہ تھی چشمانِ مبارک کھلتے ہی آقا و مولا فوراً سمجھ لیں کہ آج سارے حجابات اٹھ چکے ہیں ایک چھت کا ظاہری پردہ تھا اسے بھی ہٹا دیا گیا تاکہ محبوب کو معلوم ہو جائے کہ آج بلا حجاب دیدارِ الٰہی ہوگا ؎

حطیمِ کعبہ میں لیٹے ہیں سرورِ عالم

وہ فخرِ حضرتِ حوّا وہ نازشِ آدم!

وہ پیشوائے زمانہ وہ ہادیِ اکرم!!

وہ ماہتابِ نبوت وہ نیّرِ اعظم

شعاعیں نور کی اٹھتی ہیں فرش سے پیہم

جنہیں فلک کے ستارے سلام کہتے ہیں

دیکھا کہ محبوب اکبر خوابِ راحت سے ہمکنار ہیں اب حیران ہیں کہ کس طرح بیدار کیا جائے کہیں بے ادبی نہ ہو جائے۔ اگر نہیں جگاتا تو تعمیل ارشادِ خداوندی میں فرق آتا ہے۔ تھوڑی دیر تک غور کرتے ہیں کہ کیا صورت اختیار کی جائے کہ تعظیم نبوی بھی کی حقہٗ ادا ہو جائے اور ارشادِ خداوندی میں بھی فرق

نہ آئے ۔

آخر غور و خوض کے بعد اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے میری پیشانی کافور سے بنائی ہے جس کی تاثیر سرد ہے ۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسی خدمت کے سرانجام دینے کے لئے بنائی گئی ہے ۔ بس اس کا خیال آنا تھا کہ فوراً اپنی کافوری پیشانی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک تلووں سے ملنا شروع کر دیتے ہیں نازمین حضرتِ حق چشمِ حق بین کھولتے ہیں اور ایک اچٹتی ہوئی نگاہ حضرتِ جبریل پہ ڈالتے ہیں اور آنکھیں بند کر لیتے ہیں ؎

تاجِ روح القدس کے موتی جسے سجدہ کریں
واللہ وہ رکھتے ہیں پاکیزہ گوہر ایڑیاں

اس نرگسِ نیم باز کا لطف تو کوئی جبریلِ امین ہی سے پوچھے قربان ہو جاتے ہیں ؎

جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آگیا
اس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام

خیال ہوتا ہے اس ادائے خاص کے ساتھ میں نے حضور علیہ السلام کو کبھی نہیں دیکھا ۔ ہماری تدبیر بھی کارگر نہ ہوئی اب کیا کیا جائے ۔ پھر بحرِ تفکر میں گوہرِ مقصود حاصل کرنے کے لئے غوطہ زن ہو جاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ پھر پیشانی ملوں اور نگاہ ناز ہوتے ہی بلا توقف تحیہ و سلام عرض کروں بڑے رحیم و کریم ہیں ۔ کسی کا سلام رد نہیں فرماتے ۔ اس خیال کے آتے ہی پروانہ وار پائے اقدس پر جھک پڑتے ہیں اور اپنی پیشانی کو حضور کے

مبارک تلووں سے ملنا شروع کر دیتے ہیں چشمِ حق بیں کے کھلتے ہی عرض کرتے ہیں اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ۔

سلام یا رسول اللہ سلام

فرستادم بدرگاہت پیامے
خدارا سوئے مشتاقاں نگاہے
پیاپے گر نہ باشد گاہے گاہے

حضور علیہ السلام جواب سے مشرف فرماتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ پھر چشمانِ مبارک بند کر لیں مگر جبریل فوراً عرض کرتے ہیں اِنَّ رَبَّكَ يَشْتَاقُ اِلَيْكَ "اللہ تعالٰی آپ کے دیدار کا مشتاق ہے"۔

اللہ! اللہ! ایک وہ وقت تھا کہ موسٰی علیہ السلام نے استدعا کی تھی رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْكَ " اے اللہ! میں تجھے دیکھنا چاہتا ہوں"۔ جواب ملتا ہے لَنْ تَرٰىنِیْ " تو ہرگز نہیں دیکھ سکتا"۔ آج خود ہی مشتاق ہو رہا ہے ؎

تبارک اللہ ہے شان تیری تجھی کو زیبا ہے بے نیازی
کہیں تو وہ جوشِ لَنْ تَرٰىنِیْ، کہیں تقاضے وصال کے تھے

اِنَّ اللّٰهَ يُقْرِءُكَ السَّلَامَ وَيَدْعُوْكَ " آپ کے رب تعالٰی نے آپ کو سلام کہا ہے اور بلایا ہے"۔ پس آنحضرت علیہ السلام نے قصدِ طہارت فرمایا۔ خطاب آیا اے جبریل! بہشت میں جا اور وہاں سے آبِ کوثر لا، اس سے میرے حبیب کو نہلا۔ ابھی کلام تمام نہ ہونے پایا تھا اور حضور بندِ قبا

کھو لنے نہ پائے تھے کہ داروغہ بہشت یاقوت کی صراحیاں آبِ کوثر سے بھری ہوئی اور ایک طشت جس کے چار کنارے تھے ایک ایک کونے پر ایک گوہرِ تابدار رکھا تھا، لایا اور حضور کو اس سے غسل دیا، پھر حلہ ہائے بہشتی پہنائے اور نورانی عمامہ باندھا۔ ستر ہزار ملائکہ مقربین کے ہمراہ اس مقدس مکان میں حاضر ہوئے جہاں آسمانِ نبوت کا نیرِ اعظم آرام فرما تھا۔ ملکوتیوں کے سردار، مقربین کے شہنشاہ نے قدموں میں کھڑے ہو کر قبلہ گاہِ ناز کو بصد ادب و احترام بیدار کیا۔ پیغمبرِ حق نے حضرتِ جبریل کو نرالے ساز و سامان کے ساتھ قدموں میں کھڑا پایا۔ کہ آسمان و زمین بقعہ نور ہے، سامنے فرشتے صف بہ صف کھڑے ہیں، شہنشاہ کو دیکھ کر آدابِ شاہانہ بجالاتے ہیں دستِ اقدس تھام کر مسجدِ حرام میں لائے وہاں تشریف فرما ہو کر آبِ زمزم سے وضو کیا اور سات مرتبہ طوافِ خانہ کعبہ کر کے حطیم میں قدرے استراحت فرمائی جب رحمتِ مجسم کعبہ مقدسہ میں جلوہ فرما ہوتے نورانی رخساروں کی تابشوں سے کعبہ بھی بجلی کی طرح چمکنے لگا کیونکہ کعبہ کے اندر کعبہ کے قبلہ نے طلوعِ اجلال فرمایا تھا ؎

نئی دلہن کی پھبن میں کعبہ سنور کے نکھر انکھر کے سنورا

حجر کے صدقے کمر کے اک تل میں رنگ لاکھوں بناؤ کے تھے

حضرتِ جبریل و میکائیل آبِ زمزم کو، قریب لائے۔ قلبِ اطہر کو سینہ اقدس سے نکال کر سنہری طشت میں آبِ زمزم سے غسل دے کر عرفانِ الٰہی اور انوارِ حکمت سے لبریز کر کے سینہ فیض گنجینہ میں رکھ دیا۔

فائدہ

حضور علیہ السلام کا شقِ صدر چار مرتبہ ہوا:

(۱) رضاعت میں جب کہ آپ اپنے رضاعی بھائیوں کے ساتھ گلہ بانی کر رہے تھے

۲. قریب بلوغ۔ ۳. مسندِ نبوت پر جلوہ فرمانے سے پہلے ۔ ۴. شبِ اسریٰ آبِ زمزم کے نزدیک۔

نکتہ: آج سینۂ مقدس چاک و پاک کرنے میں راز یہ تھا کہ آپ کا حوصلہ ان ترقیات اور کمالات سے کامل اور فراخ ہو جائے جو آج کی رات عنایت ہوں قلبِ مبارک حکمت و ایمان سے بھرنے میں یہ حکمت تھی کہ انوار و تجلیات، علوم معارف کی استعداد و قابلیت اور عجائب و غرائب، ملک و ملکوت دیکھنے سے حکیمِ مطلق کی مکمل قدرت پر اطمینانِ کلی حاصل ہو۔

نکتہ: جس طرح حضور علیہ السلام کا قلبِ مبارک تین مرتبہ آبِ زمزم سے دھویا گیا اسی طرح آپ کی امت پر نماز کے وقت تین تین مرتبہ وضو میں اعضاء کا دھونا مقرر کیا گیا۔

نکتہ: یہ شقِ صدر بھی عجیب شان سے ہوا، نہ خون نکلا نہ کسی نشتر کے استعمال کی ضرورت پڑی اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ بھی سیرِ ملکوت کے لئے ایک قسم کا وضو تھا۔ شقِ صدر اور غسلِ بدن کے بعد لباس پیش کیا گیا، زیبِ تن فرمایا۔

بُراق: برق رفتار، گدھے سے چھوٹا، خچر سے بڑا، آدمی کیطرح چہرہ گھوڑے جیسے پاؤں سبز زمرد کے، اونٹ کا سینہ، گردن یاقوت سرخ کی، دم

مرجان کی، پٹھے سفید موتی کی، سم گائے کی طرح چرے ہوئے، رانوں پر دو پر کہ اگر انہیں کھولے تو مشرق و مغرب گھیرے، زین بہشتی کسا ہوا، رکابیں سرخ یاقوت کی پڑی ہوئیں، پیشانی پر کلمہ پاک لکھا ہوا۔ صفا و مروہ کے درمیان حضور علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا گیا جس کو براق کہتے ہیں۔ چلنے میں ایسا تیز گام اور خوشخرام تھا جس کا ہر قدم منتہائے نظر پہ پڑتا تھا۔

اس وقت جبریل نے عرض کی یا رسول اللہ! سوار ہو جائیے اور عالمِ بالا کی سیر کو چلئے کہ ملاء اعلیٰ کے فرشتے آپ کی آمد کے منتظر کھڑے ہیں۔ آپ نے براق کو دیکھا جو اپنی خوش بختی پر ناز کر رہا تھا کہ عرش نشین آج اپنی پامالی کی عزت بخشنے والا ہے۔

براق کی شوخی سرتابی نہ تھی بلکہ ناز و افتخار کا اشتہار تھا۔ بعض بزرگوں نے دیکھا ہے کہ اس منظر کے مشاہدہ سے رحمت بھری آنکھیں پر نم ہو گئیں۔ جبریلِ امین نے عرض کی یا حبیب اللہ یہ وقت مسرتِ وصال کا ہے، راز و نیاز کی گھڑی آرہی ہے، قرب کا زمانہ سامنے ہے، ایسے وقت میں رونا کیوں اختیار فرمایا؟ فرمایا اے جبریل کیا تمہیں خبر نہیں کہ میرے وسیع دہن سے کروڑوں کی آس بندھی، مجھے اپنی امت یاد آگئی۔ آج تو مولا کی سرکار میں میرا اس طرح جانا ہوتا ہے کہ مجھے انعام و اکرام سے سرفراز فرمایا اور اعزاز و احتشام کے ساتھ اپنے پاس بلایا، لباس بہشتی پہنایا، براق سواری کو آیا، ملائکہ کو میری جلو میں چلنے کو بھیجا لیکن کل قیامت کے دن میری امت بھوکی پیاسی، سر سے پاؤں تک برہنہ، گناہوں کا بوجھ سر پر رکھے ہوئے قبروں سے اٹھے

گی، پچاس ہزار سالہ راہِ قیامت اور تیس ہزار برس کی راہِ پلصراط باریک تاریک پشتِ جہنم پر کس طرح طے کرے گی اور ایسی راہِ صعب و سخت سے بے بضاعت کیسے پار ہو گی؛

دریائے رحمت جوش میں تھا ارشاد ہوا اے میرے پیارے حبیب! اپنے دل کو رنج و غم سے مکدّر نہ کیجئے، جس طرح آج آپ کو اپنی نظرِ عنایت کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور براق آپ کی سواری کے لئے بھیجا ہے اسیطرح قیامت کے دن تمہاری جوتیوں کے صدقہ تمہارے عاشقوں کو ہزاروں سامان کے ساتھ قبر سے اٹھا کر دعوت دوں گا۔ ہر امتی کی قبر پر ایک ایک براق بھیجوں گا اور سب کو ان پر سوار کر کے طرفۃ العین میں پلصراط سے پار لگاؤں گا اور پچاس ہزار سالہ راہِ قیامت ایک دم میں انہیں طے کرا کے بہشت خیر سرشت میں داخل فرماؤں گا۔

پس حضور نے یہ خبر فرحت اثر سن کر سوار ہونے کا ارادہ کیا تو براق نازو ادا سے کودنا اور اچھلنا شروع کر دیا اور فرمایا بِعِزَّۃِ رَبِّیْ لَا یَرْکَبُنِیْ اِلَّا النَّبِیُّ التِّھَامِیُّ الْاَبْطَحِیُّ الْقُرَشِیُّ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدُ اللّٰہِ صَاحِبُ الْقُرْاٰنِ " اپنے رب عزت و جلال کی قسم کہ مجھ پر سوائے نبی، تہامی، ابطحی، قریشی محمد بن عبداللہ صاحب قرآن کے سوا کوئی سوار نہ ہو گا پس حضور نے فرمایا اَنَا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ " میں محمد رسول اللہ ہوں ،، اور جبریل نے عرض کی اے براق! یہ کیا بد تہذیبی و بے حرمتی ہے تجھے کیا ہوا جو شوخی کرتا ہے خبردار ہو جا کہ تجھ پر کوئی شخص ان سے بہتر آج تک

سوار نہیں ہوا۔ پس وہ یہ سن کر کانپ گیا۔ اس کے بدن سے پسینہ ٹپکنے لگا۔ سب شوخی بھول گیا۔

براق نے سر جھکا کر عاجزی و انکساری سے عرض کی کہ اے جبریل! آپ مجھ پر خفا نہ ہوں میری ایک آرزو اور تمنا ہے اور شب اسریٰ کے دولہا کی جناب میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ حضور نے فرمایا کیا حاجت ہے؟ کہا اس رات تو حضور کی سواری کے باعث سعادت سے مشرف ہوا کل قیامت کے دن ہزاروں براق برق رفتار آپ کی سواری کے لئے حاضر ہوں گے ایسا نہ ہو کہ نظرِ التفات ان کی طرف ہو، انہیں سرفراز فرمایا جائے اور میں اس نعمتِ بے بہا سے محروم رہ جاؤں۔ مجھ میں اب تابِ جدائی باقی نہیں امید کہ اس روز بھی حضور مجھی پر سوار ہوں گے۔

حضور نے اس کی عرض قبول فرمائی اور روزِ قیامت اسی پر سوار ہونے کا وعدہ فرمایا براق نے بصد ادب و نیاز کہا

ع برسرِ من قدم بنہ اے ماہِ نازنیں قد

نصیحت

ایک بے زبان جانور لاعلمی میں ذرا سی دیر کے لئے حضور کی اطاعت نہ کرنے سے کسقدر شرمندہ اور شرم سے پسینہ پسینہ ہوا۔ افسوس ہمارے حال پر کہ ہم انسان، پھر مسلمان پھر حضور کی امت میں شامل جناب کی شفاعت کے امیدوار بن کر اس قدر رات دن جناب سیدِ معظم علیہ السلام کی اطاعت سے منہ موڑتے ہیں اور پھر کبھی غیرت ہے نہ شرم، نہ حیا، کبھی خوف سے

آنسو نکلتے نہیں نہ شرم سے پسینہ آتا ہے۔ مسلمانو! جانور سے حیا، شرم، غیرت کا سبق حاصل کرو۔ جب براق کے کان میں حضور کا نام پہنچا فوراً ہی گردن جھکا دی اور کان ڈال کر کھڑا ہو گیا۔ حضور اس پر بطورِ شاہانہ، بطریقِ خسروانہ سوار ہوئے۔

کیسا عجیب منظر ہو گا جب کہ امت کے غمگسار، سرکارِ ابد قرار، شبِ اسریٰ کے تاجدار سوار ہونے والے، سواری کے لئے براق برق رفتار اور دائیں بائیں فرشتوں کی برات۔ ذرا غور کرو یہ کیسا پر کیف نظارہ ہو گا! جب حضور براق پر سوار ہو گئے تو جبریل نے رکاب تھامی، میکائیل نے لگام پکڑی اور اسرافیل نے غاشیہ برداری کی۔ حضور نے ان سے عذر خواہی اسرافیل نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ کی خدمت کی تمنا میں ہزار برس تک اللہ کی عبادت کی اور کئی برس تک عرش کے نیچے تضرع اور زاری سے دعا مانگی۔ تب رب الارباب کا خطاب آیا کہ میں نے تیری عبادت قبول کی، ہمیں تیری اطاعت پسند آئی۔ اس کے بدلے تمہیں اجر و ثواب کی خلعت عطا کی جائے گی۔

میں نے عرض کی اے اللہ العالمین! میں اپنے اس ثواب و خلعت اور انعام و اکرام کو اس آفتابِ ہدایت، ماہتابِ کانِ نبوت، حاملِ لوائے رحمت، جس کا نام عرشِ اعلیٰ پر تو نے اپنے نام کے ساتھ لکھا ہے اس کے سیاہ کار امتیوں، گنہ گار غلاموں کے حوالے کرتا ہوں اور تیرے بحرِ رحم و کرم اور عطیہ جود و نوال سے یہ تمنا کرتا ہوں کہ جب وہ آفتابِ عرب و عجم مسندِ رسالت

پر جلوہ گر ہوں اور اپنے پرتوِ جمالِ جہاں آرا سے عالم و عالمیان کو روشن و منور کرے تو ایک ساعت اس کی خدمت مجھے عنایت فرمایا۔ حکم ہوا کہ اسے اسرافیل! تیری عرض ہم نے قبول کی۔ ایک رات اس مرشدِ کل، ہادیٔ سبل، فخرِ رسل کو زمین سے آسمان پر عروج ہوگا۔ تجھے اجازت ہے کہ اس شب مکہ سے بیت المقدس تک اس کی غاشیہ برداری کر۔

تفسیرِ زاہدی میں ہے کہ حضرتِ اسرافیل کی پیشانی پر مکمل قرآنِ کریم لکھا ہوا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبِ لبیب کا نور حضرتِ آدم علیہ السلام کی پیشانی میں ودلیعت فرمایا اور فرشتوں کو اسے سجدہ کرنے کا حکم ہوا تو سب فرشتوں سے پہلے حضرتِ اسرافیل نے سجدہ کیا۔ جب سجدہ سے سر اٹھایا تو اپنی پیشانی پر کلام اللہ لکھا ہوا پایا۔

نکتہ: میکائیل کے لگام پکڑنے اور جبریل کے لگام تھامنے میں نکتہ یہ تھا کہ میکائیل رزق کی تقسیم پر مامور ہیں اور رزق منہ کی طرف سے پیٹ میں جاتا ہے لہٰذا ان کو براق کے منہ کے قریب رہنا نہایت مناسب ہوا اور جبریل رکاب گیری پر اس لئے منفرد ہوئے کہ حضور کے پاس رہیں اور کیفیت و حقیقت سے آگاہ رہیں ؎

رکاب پکڑے چلے جا رہے ہیں جبریل
لگام تھامے بڑھے جا رہے ہیں میکائیل

عقب پر حاشیہ بردار ہیں اسرافیل — ہے دائیں بائیں فرشتوں کا ایک غولِ جمیل
اٹھائے ہاتھ میں ہر ایک نور کی قندیل — رسولِ پاک کو سارے سلام کہتے ہیں

لامکاں کا سیّاح، شبِ اسریٰ کا دولہا، حاکمِ کائنات، متصرفِ موجودات قاسمِ نعمت اللہ، امینِ مملکت اللہ، سید الانبیاء، امام الاتقیاء، محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء، ملائکہ کے نورانی جلوس کے ساتھ اپنی دارالحکومت سے دارالسلطنت کی طرف نہایت شان و شوکت کے ساتھ روانہ ہوتے ہیں۔ نورانی سواری چلتی ہے، حدِ نظر پر دوسرا قدم، وادیوں اور پہاڑیوں کو طے کرتی ہوئی۔ کوہ سیحون کی چوٹی پر رکھتی اور مسجدِ اقصیٰ کیطرف پرواز کرتی ہے ؎

پیامِ حق لئے آتے ہیں حضرتِ جبریل

براق ساتھ ہے جس کا نہیں ہے کوئی مثیل

ادب سے جھک کے یہ کہتے ہیں کلیم و خلیل

تو وہ ہے تجھ پہ رسالت کی ہو چکی تکمیل

تجھے بلاتا ہے عرشِ علیٰ پہ ربِ جلیل

بلندیوں کے نظارے سلام کہتے ہیں

کھڑا براقِ نبی یا کہ نورِ نظر!

یہ گیا وہ گیا اور نہاں ہو گیا

اِنْ تَرَکْتُھَا سَارَتْ وَاِنْ حَرَّکْتُھَا طَارَتْ " اگر میں باگ ڈھیلی کرتا ہوں تو نہایت تیز چلتا اور اگر باگ ہلا دیتا ہوں تو اڑنے لگتا ہے "

پھر جبریل نے حضور سے عرض کی اگر راہ میں کوئی آواز سنیں تو التفات نہ فرمائیں اور اگر کوئی آپ کو پکارے یا کوئی بات پوچھے تو آپ ہرگز جواب نہ دیں۔

ابھی کہہ کر رواں ہوئے ۔ ابھی تھوڑی ہی راہ طے کی تھی کہ دائیں طرف سے آواز آئی یَا مُحَمَّدُ لَا تَعْجَلْ فَإِنَّكَ اَخْطَأْتَ الطَّرِيْقَ" اے محمد! جلدی نہ کرو تم راہ بھول گئے ہو"۔ میں نے بالکل توجہ نہ کی ۔ ایسی آواز بائیں طرف سے آئی ۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا ۔ پھر ایک حسین وجمیل عورت زیورات وجواہرات سے آراستہ میرے سامنے آئی اور کہا اے محمد! ذرا ٹھہرو مجھے آپ سے ایک راز کی بات کہنا ہے ۔ میں نے اس کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھا ۔ جبریل سے پوچھا تم جانتے ہو یہ کیا چیزیں ہیں ؟ کہا ہاں حضور! پہلا شخص یہود تھا اگر آپ اس کی طرف توجہ کرتے تو آپ کی تمام امت آپ کے بعد یہود ہو جاتی ۔ دوسرا شخص نصاریٰ میں سے تھا اگر آپ اس کی طرف التفات فرماتے تو آپ کی تمام امت نصرانی ہو جاتی ۔ اور وہ آراستہ و پیراستہ عورت دنیا تھی اگر آپ اس کی طرف نظر فرماتے تو آپ کی تمام امت حرص وہوا میں مشغول ہو جاتی اور دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتی ۔

حکمت

ان تینوں کے ملنے اور آپ کے ان کی طرف التفات نہ کرنے میں حکمت یہ تھی کہ آپ پر امتِ مرحومہ کا حال منکشف ہو جاتے کہ وہ ہمیشہ راہِ حق میں ثابت قدم رہے گی ۔ حضور ہمیشہ اپنی امت کی فکر میں رہتے تھے چنانچہ آج تسلی دی گئی کہ آپ فکر نہ کریں ۔

جب جناب کی سواری آگے چلی تو آپ نے ایک زبردست شخص کو دیکھا کہ جناب کی طرف آگ کے شعلے پھینکتا ہوا چلا آتا ہے ۔ جبریل نے عرض کیا

یا حضرت! آپ اعوذ پڑھ کر پھونک دیجئے۔ آپ کے پھونکتے ہی وہ شعلے بجھ گئے اور وہ لعین غائب ہوگیا۔ جبریل نے عرض کی حضرت! یہ شیطان لعین تھا۔ آپ کے خیال کو پریشان کرنا چاہتا تھا مگر آپ کے اعوذ پڑھنے سے ہی وہ دم دبا کر بھاگ گیا۔

نکتہ: جس طرح آپ کے اعوذ پڑھنے سے شیطان غائب ہوگیا اسی طرح اگر آپ کا کوئی امتی شیطان سے بچنا چاہتا ہے تو وہ بھی اعوذ پڑھے شیطان اس سے دور بھاگے گا۔

جب ذرا آگے چلے تو ایک عجیب واقعہ ہوا کہ بعض لوگوں کے حلق چیرے جاتے اور ان کے منہ میں چھریاں ماری جاتی ہیں۔ فرمایا ان لوگوں نے کیا قصور کیا ہے؟ عرض کیا یہ جھوٹے واعظ اور فتنہ پرداز تھے، جو کہتے کچھ اور کرتے کچھ تھے۔

جب ذرا آگے رواں ہوئے تو ایک گروہ دیکھا جن کے پیٹ برج کی طرح اونچے اور شیشے کی طرح صاف، پیٹ کے اندر سانپ، بچھو اور پتھر دکھائی دیتے تھے۔ جب کوئی ان میں سے اٹھنا چاہتا ہے تو پیٹ کے بوجھ کے سبب فوراً گر پڑتا ہے۔ تھوڑی دیر میں ایک خوفناک شکل کا گھوڑا ان کے پیٹوں کو کچلتا ہے جس کی وجہ سے یہ لوگ چیخیں مارتے ہیں۔ جبریل نے عرض کی حضور یہ سود خوار ہیں جو قیامت تک اس گناہ میں مبتلا رہ کر قیامت میں اسی صورت میں اٹھینگے۔

تشریح سود خوار شخص کے جس قدر سود کی خیالات وسیع ہوتے ہیں اسی قدر اس کا پیٹ بڑا ہوتا جاتا ہے اور سود کا جو پیسہ کھایا

وہ سانپ اور بچھو بن کر ان کے پیٹ میں بھرا (نعوذ باللہ) یہ واقعہ دیکھ کر حضور افسوس کرتے ہوئے آگے بڑھے۔ آگے جا کر ایک گروہِ انسانی ملاحظہ کیا ان کے منہ اونٹوں کی طرح، فرشتے ان کے منہ چیر کر آگ کے بڑے بڑے انگارے ڈالتے ہیں۔ وہ انگارے فوراً ان کے حلق سے اتر کر پاخانہ کے راستہ سے باہر نکلتے ہیں۔ انگاروں کے حلق سے اترتے اور پیٹ سے باہر نکلتے وقت درد ہوتی ہے اور آہ و زاری کرتے ہیں۔

جبریل نے عرض کی یا حضرت یہ یتیموں کا مال کھانے والے ہیں۔ جب آگے گئے تو عورتوں کا ایک گروہ دیکھا جنہیں آگ کے کوڑے مارے جاتے ہیں۔ یہ سب بدکار عورتیں تھیں جو حرام کے بچے جن کر قتل کرتی تھیں۔ یہ حسرتناک واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔ جب سواری آگے چلی تو دیکھا کہ چند آدمی جمع ہیں ان کے پہلوؤں کے گوشت کے ٹکڑے کاٹ کر انہیں دیئے جا رہے ہیں کہ کھاؤ جس طرح تم اپنے بھائیوں کا گوشت کھاتے تھے۔ آج اس کی سزا میں تمہیں اپنا گوشت کھانا پڑے گا۔ جناب نے فرمایا اے جبریل! یہ کون شخص ہیں؟ عرض کی یہ غیبت اور چغلخوری کرنے والے ہیں جنہیں قیامت تک اسی طرح عذاب ہوتا رہے گا۔

ایک گروہ دیکھا جن کے منہ، زبان اور ہونٹ لوہے کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے ہیں۔ حضور نے دریافت فرمایا یہ کون لوگ ہیں؟ عرض کی یہ لوگ بادشاہوں کے مخبر ہیں جو رعایا کی طرف سے جھوٹی خبریں پہنچا کر لوگوں پر ظلم کراتے تھے۔ فرماتے ہیں آگے میرا گذر ایسے گروہ پر ہوا جن کا منہ سیاہ،

آنکھیں نیلی، نیچے کا ہونٹ زمین پر اور اوپر کا ہونٹ سر پر، پیپ ان کے منہ سے جاری۔ فرمایا جانتے ہو یہ کون ہیں؟ عرض کی ہاں! یہ شراب خور بدکار ہیں۔ پھر آگے گئے تو ایک جماعت دیکھی جن کے منہ سور کی طرح تھے ان کی زبانیں پشت کیطرف کھینچی گئی تھیں اور وہ سخت عذاب میں مبتلا تھے۔ جبریل نے عرض کی یا حضرت! یہ جھوٹی گواہی دینے والے ہیں۔

پھر میں نے ایسی عورتوں کو دیکھا جن کو آگ کے کپڑے پہنا کر آتشیں گرز مارے جاتے تھے۔ ان کوڑوں کی تکلیف سے یہ عورتیں کتوں کی طرح چیختی تھیں، جبریل نے عرض کی حضور یہ عورتیں میت پر بین اور خاوند کو ناجائز ستانے والیاں ہیں۔ آگے ایک قوم پر گزر ہوا جن کے منہ کالے تھے ان کے سینے پر آگ کے طبق رکھے تھے، رال کے کپڑے پہنے تھے جن میں آگ بھڑکتی تھی، ملائکہ ان کو آگ کے گرز مارتے تھے، حضرت جبریل نے عرض کی یہ گانے بجانے والے لوگ ہیں جو بے توبہ مر گئے۔

حضور فرماتے ہیں ایک گروہ مجھے نظر آیا جو آگ میں جلایا جا رہا تھا، ادھر جلا ادھر پھر زندہ ہوا۔ پوچھا جبریل یہ کون ہیں؟ عرض کی حضور! یہ والدین کے نافرمان ہیں جس طرح انہوں نے والدین کو نافرمانی سے جلایا تھا اسی طرح یہ عذاب میں قیامت تک جلتے رہیں گے۔

تنبیہ ۳

حضور ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے ایک گروہ کو پہاڑ کے برابر دو پتھروں کے نیچے پستے دیکھا۔ فرمایا یہ کون لوگ ہیں؟ عرض کیا حضور یہ مغرور و متکبر

لوگ ہیں ان کو قیامت تک اسی طرح توڑا جائے گا ۔ زانیوں کو آگ کے گڑھے ہیں جلتے ہوئے دیکھا ۔ امانت میں خیانت کرنے والوں کو بھاری گٹھے اٹھاتے ہوئے دیکھا ، بے نمازوں کے سروں کو پتھروں سے کچلتے ہوئے دیکھا اور زکوٰۃ کے منکروں کو کانٹے دار پتھر ، آگ کے انگارے کھاتے ہوتے دیکھا غرضیکہ برے لوگوں کی برائیاں اور سزا ، نیک آدمیوں کا ثواب دیکھا ۔ یہاں تک کہ آپ کھجوروں والے میدان میں پہنچے ۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی حضور آپ یہاں اتر کر دو رکعت پڑھیں ۔

حضور علیہ السلام نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تب جبریل نے کہا آپ کو معلوم ہے یہ کونسا مقام ہے ؟ یہ مدینہ طیبہ حضور کے ہجرت کی جگہ ہے جب مدینہ طیبہ سے چل کر مصر کی سرزمین پر پہنچے تو ایک جگہ سے نہایت اچھی خوشبو آئی ۔ فرمایا یہ خوشبو کیسی ہے ؟ عرض کیا گیا کہ یہ فرعون کی لڑکی کی ایک مسلمان خادمہ تھی یہ اس کی قبر سے خوشبو آئی ہے ۔ حضور یہ کہکر آگے تشریف لے گئے ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ هُوَ قَائِمٌ يُّصَلِّي فِي قَبْرِهٖ ۔ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں ۔ یہاں بھی آپ نے نماز پڑھی پھر حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش کی جگہ پر ،

یہ سب مقامات طے فرماتے ہوئے آگے بڑھے ، سامنے بیت المقدس کا دروازہ نظر آیا جہاں فرشتے استقبال کرنے کے لئے پہلے ہی منتظر تھے ، کسی نے کہا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَوَّلُ کسی نے کہا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اٰخِرُ بعض نے کہا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَاشِرُ ۔ سلام ہو تجھ پر

اے ساری مخلوق کے سردار۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تیرا ہی نور پیدا فرمایا، سب سے پہلے قبر سے آپ ہی نکلیں گے، شفاعت کا دروازہ آپ ہی کھولیں گے قَالُوْا بَلٰی سب سے پہلے آپ ہی نے کہا تھا غرضیکہ خلقت میں سب سے پہلے، بعثت میں سب سے بعد، آپ کے بعد کوئی نیا نبی پیدا نہیں ہوگا۔

فرشتوں نے پرجوش استقبال کیا اور جب سلامی لے لی تب جبریل نے حضور کو براق سے اتارا اور بہشتی ریشم کی رسی سے براق کو صخرہ بیت المقدس سے باندھا اب سرورِ کائنات، خلاصۂ موجودات سید المرسلین خاتم النبیین سرورِ انبیاء حبیبِ کبریا سیدنا احمد مجتبیٰ جنابِ محمد مصطفیٰ علیہ السلام فرشتوں کے جھرمٹ میں حضرت جبریل کے ہمراہ نہایت آن بان سے مسجد شریف کی طرف چلے جس دروازے سے آپ داخل ہوئے اس کا نام بابِ محمد رکھا گیا۔ سب انبیاء علیہم السلام پہلے ہی آپ کے منتظر ہیں اور سب کی زبان پر حضور کی آمد ہے ؎

خرم رسید امشب کہ نگار خواہی آمد!
سرِ من فدای راہِ کہ زدیار خواہی آمد

حرم سے نکلے تو اقصیٰ میں جا قیام کیا
مسافرِ رہِ اسریٰ نے کیا مقام کیا
تمام نبیوں نے بڑھ کر انہیں سلام کیا
بنے وہ مقتدی اور آپ کو امام کیا
سلام پھیرا اور ہر ایک نے یوں کلام کیا
عرب کے چاند یہ تارے سلام کہتے ہیں!

ہم نے سنا ہے کہ آج رات اللہ کا محبوب جلوہ گر ہوگا جس راہ پر آپ تشریف لائیں گے ہم پہلے اس راستے پر اپنے سر قربان کرنے کے لئے موجود ہیں۔ جب آپ مسجد میں داخل ہوئے۔ تمام انبیاء کرام و رسلِ عظام جو برائے استقبال وہاں موجود ہیں۔ سب حضور علیہ السلام کو دیکھ کر تعظیم و تکریم بجا لائے۔ چاروں طرف سے مرحبا مرحبا اور مبارکبادی کی آوازیں آرہی تھیں اور جمیع ملائکہ کھڑے تھے اور گویا کہہ رہے تھے ؎

ہمہ آہوانِ صحرا سرِ خود نہادہ بر کف
بہ امید آنکہ روزے بہ شکار خواہی آمد

سب سے پہلے حضور علیہ السلام کی نگاہ ایک دراز قد خوبصورت بزرگ پر پڑی۔ پوچھا جبریل انہیں پہچانتے ہو؟ عرض کی ہاں حضور یہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں آپ ان کو سلام کیجئے۔ جناب نے حضرتِ آدم علیہ السلام کو سلام کیا اور حضرتِ آدم علیہ السلام نے آپ کو سلام کا جواب دیا۔ پھر ایک اور بزرگ جن کا سر سفید اور ان کی صورت و حلیہ سب حضور علیہ السلام سے ملتا جلتا تھا فرمایا اے جبریل جانتے ہو یہ کون ہیں؟ عرض کی ہاں حضور یہ حضرتِ ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ جبریل امین نے کہا حضور یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں، یہ حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام ہیں، غرضیکہ تمام انبیاء علیہم السلام سے تعارف ہوا اور سب سے ملاقات ہوئی۔ اتنے میں جبریلِ امین نے صخرہ بیت المقدس پر کھڑے ہو کر پُر کیف اور پُر سرور آواز میں اذان کہی۔ آپ کی آذان کا شروع ہونا تھا کہ آسمان کے دروازے کھلنے شروع ہوئے ہر طرف سے ملائکہ ہی ملائکہ جمع ہونے لگے آن کی آن میں ساری

مسجد سارا جنگل زمین سے آسمان تک بھر گیا۔ حضرت جبریل نے تکبیر کہی۔ ادھر صفیں درست ہوئیں انبیاء اور فرشتے صفیں باندھ کر کھڑے ہوتے مگر ابھی تک امام کی جگہ خالی تھی کسی کی ہمت نہ تھی کہ مصلٰی پر چلا جاتے۔ ہر ایک پیغمبر کو اس وقت نماز پڑھانے کی تمنا تھی لیکن ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا کرے جس کا حصہ ہے اسی کو ملے گا۔ نہ آدم صفی اللہ کو یہ مرتبہ ملا نہ ابراہیم خلیل اللہ کو، نہ موسٰی کلیم اللہ کو، نہ عیسٰی روح اللہ کو۔ اتنے میں حضرت جبریل صفوں سے باہر تشریف لائے اور حضور علیہ السلام کا دستِ مبارک پکڑ کر عرض کیا اے امام الاولین! تَقَدَّمْ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ بِاِخْوَانِكَ " مصلے پر تشریف لے چلئے آپ کس کی انتظار فرما رہے ہیں؟ کیا آپ سے افضل اور کوئی آئے گا؟ مجھے قسم رب العزت کی میں نے مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک، زمین سے آسمان تک پرواز کی مگر مخلوق میں آپ سے افضل کسی کو نہیں پایا ؎

معراج میں جبریل سے تھے پوچھتے شاہِ امم
تم نے تو دیکھا ہے جہاں بتلاؤ تو کیسے ہیں ہم
روح الامیں کہنے لگے اے مہ جبیں تیری قسم
آفاقہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

آج کی امامت کے قابل تو صرف آپ ہی ہیں۔ یہ کہہ کر جناب کا ہاتھ پکڑ کر مصلٰی پہ کھڑا کیا۔ حضور علیہ السلام نے دوگانہ پڑھایا۔ رکعتِ اولٰی سورۂ الحمد اور سورۂ فیل

رکعتِ ثانیہ میں سورۂ الحمد اور سورۂ لِایلاف پڑھی ہے

دراں مسجد امام الانبیاء شد

صف پیشوایاں راپیشوا شد

اس مسجد میں تمام پیشواؤں کی پیشوائی کی ہے

سبھوں سے بڑھ کر رتبہ میں محمد مصطفےٰ ٹھہرے

حبیبِ حق رسولِ حق امام الانبیاء ٹھہرے

جب جناب نے سلام پھیرا حضرتِ جبریل نے عرض کی یارسول اللہ! اس وقت تمام انبیاء و رسل ساتوں آسمانوں کے فرشتے اس نماز میں آپ کے پیچھے موجود ہیں۔

آپ کے امام بننے اور تمام انبیاء و رسل کے مقتدی بننے میں چند نکات ہیں:

۱۔ جب کسی بادشاہ کا مقربِ درگاہ اپنے دارالحکومت سے دارالسلطنت جاتا ہے تو افسرانِ قوم و ارکینِ سلطنت اس کی پیشوائی کے لئے آتے ہیں اور استقبال کرتے ہیں۔ چونکہ اس رات بادشاہ کشورِ رسالت، شہنشاہ مملکتِ نبوت بھی اپنے دارالحکومت سے دارالسلطنت احدیت کیطرف جا رہے تھے لہذا انبیاء کرام کہ ہر ایک مقربِ بارگاہِ الٰہی ہے آپ کی پیشوائی استقبال کے واسطے تشریف لائے۔

۲۔ جس قدر اس مقرب بارگاہ کا بادشاہ نزدیک مرتبہ ہوتا ہے اسی قدر مسافت سے استقبال کیا جاتا ہے چونکہ حضور علیہ السلام کا مرتبہ ان کے رب العزت کے نزدیک تمام خلق سے زیادہ تھا لہذا انبیاء کرام بھی اتنی مسافت

بعیدہ طے کر کے آسمان سے زمین پر استقبال کو آئے ۔

۳۔ امام اور مقتدی کے درمیان ایک بھاری علاقہ ہے اور اس علاقہ کیوجہ سے اگر امام کی نماز فاسد ہو جائے تو مقتدی کی نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے اور امام کے اندر کوئی خوبی ہو تو وہ مقتدی کے اندر بہت جلد اثر کر جاتی ہے ۔ چونکہ اس رات آپ محبوب بنے تھے اور شانِ محبوبیت کا اظہار تھا سب نے آپ کو امام بنا کر یہ چاہا کہ ہمارے اندر بھی امام کی خوبی کا کچھ اثر یعنی بوئے محبوبیت آجائے سے

پہلے ہی اللہ اکبر پر گلے کٹنے لگے

ہر نمازی بسملِ تکبیرِ اولیٰ ہو گیا

الغرض نماز کے بعد تمام انبیاء علیہم السلام آپ کو حلقہ میں لے کر کھڑے ہوتے ہیں ۔ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خطبہ کے طور پر کچھ فرمایا جس کا خلاصہ یہ تھا "خدا کا شکر ہے جس نے مجھے خلیل بنایا اور نمرود کی آگ کو گلزار کیا اور میری نسل میں اکثر انبیاء پیدا کئے ۔ حضرتِ آدم علیہ السلام نے فرمایا سب تعریف اس خدا کو ہے جنے مجھے بلا وسیلۂ مادر و پدر اپنے دستِ قدرت سے پیدا فرمایا ، جنت کو میرا مسکن بنایا ، تمام فرشتوں سے مجھے سجدہ کرایا اور صفی اللہ کا لقبِ مبارک عطا فرمایا ،

حضرتِ نوح علیہ السلام نے یوں نغمہ سرائی کی سب تعریف اس خدا کو زیبا ہے جنے میری ایک دعا سے ساری دنیا کو غرق کر دیا ، صرف مجھے اور میرے اوپر ایمان لانے والوں کو بچایا اور نجی اللہ جیسے معزز خطاب سے

سرفراز فرمایا۔

ان کے بعد حضرتِ موسیٰ علیہ السلام یوں زمزمہ سنجی فرماتے ہیں "سب تعریف اس خدا کو جس نے مجھے یدِ بیضا مرحمت فرمایا اور ایسا عصا عطا کیا کہ جو دشمنوں کے لئے اژدہائے غضب تھا اور جس نے میرے ذریعہ سے فرعون جیسے سرکش اور متمرد کو پانی کے راستے سے جہنم کی گھاٹ اتارا۔ اور حق تعالےٰ نے ہمکلامی کا مرتبہ عطا فرمایا، مجھ پر توراۃ نازل کی۔

حضرتِ داؤد علیہ السلام نے اپنے رب کی یوں تعریف فرمائی الحمدللہ! خدا نے مجھے بادشاہت عطا کی، مجھ پر زبور نازل کی، لوہے کو میرے ہاتھ میں موم کیا۔ پہاڑ اور جنگل میرے لئے مسخر کئے۔

حضرتِ سلیمان علیہ السلام نے فرمایا الحمدللہ خدا نے سب کو میرے لئے مسخر کیا، جنات اور چوپائے میرے تابع کئے، مجھے جانوروں کی بولیاں تعلیم فرمائیں اور بہت بڑا ملک عطا فرمایا۔

حضرتِ عیسٰی علیہ السلام نے یوں کلام فرمائی الحمدللہ! کہ خدا نے مجھے اپنے حکم سے بغیر باپ کے پیدا کیا، بغیر استاد کے توراۃ وانجیل سکھادی، مٹی کا جانور بنا کر اپنی پھونک سے زندہ کر کے اڑاتا ہوں، اندھے مادر زاد کو چنگا، کوڑھی کو اچھا، مردوں کو زندہ کرتا ہوں، خدا کے حکم سے شیطان مجھ سے دور رہتا ہے، خدا نے آسمان پر مجھے زندہ اٹھایا اور کلمۃ اللہ اور روح اللہ کے معزز خطاب سے مجھے عزت بخشی۔

جب تمام انبیاء کرام اپنے شایانِ شان کارنامہ ہائے جلیلہ کا اظہار

کر چکے اب سب کی نگاہ مرشدِ کل، ہادیٔ سبل، فخر الرسل، سردارِ انبیاء، حبیب کبریا علیہ السلام کی طرف اٹھی۔ آپ کی شیریں کلام سننے کے لئے سب بیتاب تھے۔ آپ نے فرمایا کہ آپ حضرات نے جو کچھ فرمایا بالکل بجا ہے مگر یاد رکھو میں حبیب اللہ، شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین ہوں اَوَّلُ کُلِّ شَیْئٍ اور آخرُ کُلِّ شَیْئٍ ہیں، صاحبِ لولاک، مستحقِ مقامِ محمود ہوں، مجھ پر قرآنِ پاک نازل کیا گیا جو تمام آسمانی کتابوں کی سردار، جس کی آیتِ واحدہ خَیْرٌ عِنْدَ اللّٰہِ مِنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِیْھَا" ایک آیت اللہ کے نزدیک آسمان وزمین اور ما فیہا سے افضل ہے، میرے ذکر کو اپنے ذکر سے ملایا، کوئی جگہ میرے ذکر سے خالی نہ چھوڑی، سب سے اول نبوت عطا کی، سب کے بعد خاتم الانبیاء بنا کر بھیجا، مجھے رءوف ورحیم کا خطاب عطا کیا میری امت کو تمام امتوں پر بزرگی دی۔ دنیا میں سب سے پیچھے پیدا کیا اور آخرت میں سب سے اول بخشندے گا۔ گویا درپردہ یوں اعلان کیا جاتا ہے کہ آدم علیہ السلام آپ صفی اللہ ہیں اور اے ابراہیم علیہ السلام آپ بے شک خلیل اللہ ہیں اور جتنے انبیاء کرام نے جو اپنی صفات بیان کی ہیں بیشک وہ ایسے ہی ہیں مگر کس کے طفیل! سب کا وجود تو میرے نور سے پیدا ہوا اور سارا عالم میری رحمت کا محتاج ہے ؎

سب نبی نورِ محمد سے ہوئے ہیں پیدا

اسی دریا سے یہ نہریں ہوئی جاری ساری

سب کے سب حضور علیہ السلام کی فضیلت کے قائل ہوتے اس لئے

جب حضور علیہ السلام اپنے فضائل وخصائص بیان فرما چکے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تمام انبیاء کرام سے فیصلہ کے طور پر مخاطب ہو کر فرمایا بِهٰذَا اَفْضَلَكُمْ مُحَمَّدٌ بے شک محمد مصطفےٰ علیہ السلام اسی لئے فضیلت میں تم سب سے بڑھ گئے ؎

حبیبِ خالقِ اکبر ترا جواب نہیں
تری جناب سے عالی کوئی جناب نہیں
چن لیا حق نے تجھے بہتر سے بہتر دیکھ کر
لاکھوں مرسل دیکھ کر لاکھوں پیمبر دیکھ کر

مسجدِ اقصیٰ میں سب کا نماز ادا فرمانا اور حضور کو امام بنانا بعدہ حمدِ باری اور اپنے اپنے فضائلِ مخصوصہ بیان کرنا، یہ سب اس واسطے تھے کہ اس تاجدارِ دو عالم علیہ السلام کا عز و شرف ان پر ظاہر ہو۔ استحقاقِ امامت، معنیٔ اولیت و آخریت سب پر عیاں ہو۔

نکتہ: اگلے پیغمبروں کے بیان میں وہ باتیں مذکور ہیں جو جلد فنا ہونے والی اور صرف جسم پر اثر ڈالنے والی تھیں جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام اور داؤد علیہ السلام کا بادشاہ ہونا، جنات کا مسخر کرنا، حضرت مسیح علیہ السلام کا مردوں کو زندہ کرنا، اندھوں کا اچھا کرنا، عصا کا اژدہا بننا، پتھر سے پانی کا چشمہ بہنا، سمندر میں راستے بننا، یہ سب فانی معجزے ہیں لیکن جناب رسول اللہ کے سارے معجزے اور فضائل روحانی اور باقی رہنے والے ہیں۔

نیز جناب نے اپنے ساتھ میں اپنی ساری امت کو بزرگی دلوائی کہ دیگر انبیاء کرام کی امتوں کو یہ شرف حاصل نہیں ہوا۔

۲۔ سارے عالم کو اعتراف ہے کہ آپ بہترین مخلوق ہیں۔

۳۔ جملہ ملائکہ حتٰی کہ اکابر ہر وقت آپ کے خادم ہیں۔

۴۔ بعض مقامات پر نماز کا حکم صرف اس لئے دیا گیا کہ وہ متبرکہ ہیں، جس سے بعض مقامات کا قابلِ تعظیم ہونا ثابت ہوتا ہے۔

۵۔ مقاماتِ متبرکہ کی طرف سیر کرنا اور ان کی تعظیم کی خاطر وہاں پر جانا امرِ مباح بلکہ شرعاً مندوب ہے۔

۶۔ آپ نے اس سفرِ مبارک میں ایسے امور سے کلی طور پر اجتناب رکھا جس سے امت کے گمراہ ہونے کا خطرہ تھا۔

۷۔ انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں، عالمِ برزخ میں نماز، روزہ، حج وغیرہ امورِ شرعیہ ادا فرماتے ہیں۔

۸۔ عالمِ برزخ میں انبیاء کرام نہ صرف عالمِ دنیا بلکہ عالمِ علوی میں بھی متصرف ہیں۔ جہاں چاہتے ہیں وہاں تشریف لے جاتے ہیں۔ زمین و آسمان میں آنے جانے میں انہیں کوئی امر مانع نہیں۔

۹۔ اپنے وہ فضائل جو اللہ تعالٰی نے عطا فرمائے ہیں تحدیثاً ان کا بیان کرنا شرعاً جائز ہے۔

۱۰۔ آپ بالاتفاق پیغمبرانِ اولوالعزم کے سردار، مختارِ کل، متصرف بامر اللہ ہیں

جب حضور علیہ السلام اس معرکہ سے فارغ ہوئے تو انبیاء کرام نے حضور سے مخاطب ہو کر کہا اے محمد! آج کی رات تمہیں حق تعالٰی نے قسم قسم کے فضائل و محامد سے سرفراز فرمایا ہے کہ جن سے آج تک کوئی مشرف نہ ہوا اور نہ ہوگا، جہاں تک ہو سکے امت کے لئے آسانی و تخفیف چاہیں اللہ تعالٰی آسان کرنے والا ہے۔

اس کے بعد جبریل نے حضور کی خدمت میں دو پیالے پیش کئے ایک میں دودھ اور دوسرے میں شراب تھی۔ آپ نے دودھ کا پیالہ پسند فرمایا۔ جبریل نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ نے حکمت پسند فرمائی اور اپنی امت پر شراب حرام فرمائی۔ اگر آپ شراب پسند کرتے تو آپ کی سب امت گمراہ ہوجاتی۔

دیکھا آپ نے شانِ مختاری کہ حلت و حرمت کا انحصار آپ کے اشارہ پر ہے جب آپ نے شراب سے نفرت و بیزاری کی تو شراب حرام ہوگئی، آپ نے دودھ کو بہ نظرِ استحسان دیکھا تو حلت کی مہر نصب ہوگئی۔

القصہ ملائکہ اور انبیاء سے الوداع ہوکر جبریل کے ہمراہ صخرۂ بیت المقدس پر آئے۔ اب یہاں سے سیرِ سماوات شروع ہوتی ہے، شانِ بشریت کی تکمیل ہوگئی کہ تمام بشر کے سرداروں، انبیاء کرام کی قیادت و امامت فرمائی۔ شانِ ملکی ابھی تک تشنۂ تکمیل تھی۔ تمام فرشتے آپ کی قیادت و امامت کے متمنی تھے، حق تعالیٰ نے ان کی دعاؤں کو مستجاب کرتے ہوئے آج کی رات کا انتخاب کیا ؎

جس رات میں دولہا عرش گئے!
اس رات کی برکت کیا کہنا

وہ رات جس کی نورانیت نواز ظلمت پر آفتاب و ماہتاب کی روشنی قربان ہورہی ہے۔ رات اپنا اکثر حصہ گذار چکی ہے اور وقتِ مبارک آنے والا ہے جب کہ مولا کریم کی ستار العیوبی و کرم نمائی اپنی تمام تر صفات کے ساتھ آسمانِ دنیا پر نزولِ اجلال فرماتی ہے اور سیاہ کاروں معصیت شعاروں کو اپنے دامنِ رحمت میں ڈھانپ لینے کے لئے بیقرار ہوتی ہے هَلْ مِنْ مُسْتَغْفِرٍ فَاَغْفِرُ

لَہٗ "کوئی ہے بخشش مانگنے والا کہ میں اسے بخش دوں؟"، کی منادی کی جاتی ہے
هَلْ مِنْ مُسْتَرْزِقٍ فَاَرْزُقَ لَہٗ "کوئی ہے رزق مانگنے والا کہ اسے
رزق دوں" کا اعلان کیا جاتا ہے۔ ہر دعا مانگنے والے کی دعا کو پورا کیا جاتا ہے
مگر افسوس صد افسوس کہ عیش و عشرت کا فریفتہ اور بندۂ حرص وہوا انسان
دن کی نورانی رونقوں اور فانی عمر کی گرانمایہ فرصتوں کو مئے احمر کی تلاطم خیزیوں
اور طوفان انگیز بداعمالیوں میں گذار کر ناعاقبت اندیشی کی چادر تانے محوِ خواب
ہو جاتا ہے۔

آج ہر طرف تاریکی و سکوت پورے جوبن سے دوش بدوش محوِ خرام ہیں
سقائے فلک اپنی سیاہ مشک سے تمام عالم کو تیرگی سے موثر کیسے آب پاشی
کر رہا ہے، لاتعداد چراغ سماوی ہیں جس سے پر اسرار ضیائیں منتشر ہو رہی
ہیں۔ ملأ اعلیٰ کی نورائی فضاؤں میں ناقابلِ اظہار مسرتیں اور مہتاب تمنائیں رقص
کناں ہیں اور ردائے عریاں میں مستور آسمان کے لطیف نقاب سے دنیا کی
طرف دیکھ رہا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی حسین خوشخرام کی انتظار ہے۔

روح الامین حضرت سیدنا جبریل عرض کرتے ہیں کہ اے سلطانِ کونین
اب خطۂ خاک سے جانبِ افلاک تشریف لے چلئے کہ کروبیاں ملاءِ اعلیٰ
و مکینانِ عالمِ بالا مدت سے دیدار فرحت آثار حضور کے منتظر اور چشم براہ ہیں
آسمان تک پہنچنے کے لئے ایک سیڑھی نصب کی گئی جس کے دونوں طرف ملائک
زمین سے آسمان تک صف بستہ موجود ہیں، ایک سیڑھی سونے کی دوسری چاندی
سفید کی۔ اس پر جواہرات مرصع کاری حضرت جبریل آپ کو اس سیڑھی سے لیکر

اوپر چڑھے اور آسمان دنیا تک پہنچے۔ پہلے آسمان کا دروازہ کھلوایا اس دروازہ کا داروغہ اسماعیل فرشتہ ہے جو ستر ہزار ملائک پر افسر ہے اور ستر ہزار میں سے ہر ایک فرشتہ کے ماتحت ستر ہزار ملائک اور ہیں۔ اور یہ فرشتہ آنحضرت کی ابتدائی پیدائش سے آپ کی زیارت کا مشتاق تھا۔ جب حضرت جبریل نے دروازہ کھلوایا تو جواب دیا کون دروازہ کھلواتا ہے فرمایا کہ میں ہوں جبریل! پوچھا یہ آپ کے ساتھ کون ہیں؟ جبریل نے کہا یہی تو نبی آخر الزمان جناب محمد رسول اللہ ہیں آج رب العزت نے معراج کے لئے آپ کو بلایا ہے ؎

کونین کے دولہا آتے ہیں جبریل منادی کرتا ہے
افلاک پہ ڈنکا بجتا ہے آفاق میں شورش ہوتی ہے

داروغہ نے دروازہ کھولا اور مرحبا مرحبا کہہ کر آپ سے نہایت ادب سے سارے آسمان کے فرشتوں سے ملاقات کرائی اور اس قدر خوش ہوئے کہ اللہ اکبر ؎

فلک پہ شور ہے برپا رسول اللہ آتے ہیں
ہر اک عرشی یہ کہتا ہے رسول اللہ آتے ہیں

حضور فرماتے ہیں کہ جب میں پہلے آسمان پہ پہنچا تو وہاں ایک بزرگ دراز قد بیٹھے ہوئے ملے، ان کی داہنی طرف ایک دروازہ تھا جس میں سے نہایت خوشبو آتی تھی۔ بائیں جانب دوسرا دروازہ تھا جس میں سے بدبو آتی تھی اور کچھ باریک باریک سفید رنگ کے کیڑے آپ کی داہنی طرف تھے اور سیاہ چھوٹے چھوٹے بھنگے آپ کی بائیں طرف تھے۔ جس وقت یہ بزرگ اپنی دائیں طرف دیکھتے تھے خوش ہوتے ہے جب بائیں جانب دیکھتے تو روتے تھے ۔

حضور نے فرمایا کہ جبریل یہ کون ہیں؟ یہ دروازے کیسے ہیں؟ یہ کیوں ہنستے اور کیوں روتے ہیں؟ یہ باریک سے سفید اور سیاہ جانور کیسے ہیں؟ عرض کیا کہ حضرت یہ بزرگ آدم علیہ السلام ہیں، سفید سے جانور جو ان کی دائیں طرف ہیں یہ مسلمانوں کی روحیں ہیں، بائیں طرف سیاہ جانور کافروں کی روحیں ہیں اور دائیں طرف کا خوشبودار دروازہ جنت کا دروازہ ہے اور بائیں طرف کا بدبودار دروازہ جہنم کا دروازہ ہے یہ دونوں طرف آپ کی اولاد رہتی ہے، جب آپ اہلِ جنت کی طرف دیکھتے ہیں تو خوش ہوکر ہنستے ہیں اور جب آپ جہنم والوں طرف دیکھتے ہیں غمگین ہوکر روتے ہیں حضور علیہ السلام آگے بڑھے اور حضرتِ آدم علیہ السلام کو سلام کیا اور آدم علیہ السلام نے آپ کے سلام کا جواب دیا کہ عَلَيْكَ السَّلَامُ وَمَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالِابْنِ الصَّالِحِ" اے نبی صالح اور فرزندِ صالح آپ کو مرحبا اور سلام ہو"

نکتہ :- ۱۔ آنیوالا خواہ کتنے ہی بڑے مرتبے کا ہو بیٹھے ہوئے کو سلام کرنے"

۲۔ بلحاظِ بشری آپ حضرت آدم علیہ السلام نے آپ کو صرف فرزند ہی نہیں بتایا بلکہ لقبِ نبی سے پہلے یاد فرمایا پھر اسمِ نسبی لیا۔ اسی لئے ہم سب کا فرض ہے کہ ہم حضور علیہ السلام کو اعلیٰ القاب سے یاد کریں پھر صرف بیٹا ہی نہیں فرمایا بلکہ نیک بیٹا فرمایا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہم آپ کو بلحاظِ بشری صرف بشر نہ کہیں بلکہ آداب ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے سید البشر، خیر البشر کہیں۔ اور دیگر اوصاف جلیلہ اور اوصاف جمیلہ کو پیشِ نظر رکھیں۔ کسی نبی کو بھی صرف لفظِ بشر سے یاد کرنا توہین ہے، حقارت ہے۔ اور نبی کی ادنیٰ توہین سے انسان بے ایمان ہو جاتا ہے۔

۳۔ اس حدیثِ پاک سے آسمانوں کا ثبوت ہوتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ابواب

السمار، آسمانوں کے دروازے ہیں۔

۴۔ بزرگ حضرات کا آن بان سے استقبال کرنا جائز ہے۔

۵۔ اپنے بزرگوں کا نام نہ لینا چاہئیے بلکہ ان کے القابِ باہرہ اور اوصافِ قاہرہ سے یاد کرنا چاہئیے۔

العرض آسمانِ اول کا ملاحظہ فرماتے ہوئے دوسرے آسمان پر پہنچے حضرت جبریل نے دروازہ کھلوایا۔ پوچھا گیا تم کون ہو؟ فرمایا میں جبریل ہوں! پوچھا کہ آپ کے ساتھ کون ہیں؟ فرمایا محمد رسول اللہ ہیں۔ پوچھا یہ کیوں آئے ہیں؟ کہا:

سلطانِ اولیار ہیں سرتاجِ انبیار ہیں
آقا مرے محمد محبوبِ کبریا ہیں!

کیا اس کو بلایا ہے؟ کہا ہاں! آج حضور کو خداوند کریم نے مقامِ عالی میں طلب فرمایا ہے۔ ملائک نے یہ سنکر بہت جلد دروازہ کھولا اور چاروں طرف مرحبا کا غل مچا۔ ارشاد فرمایا کہ دوسرے آسمان پر میں نے حضرتِ عیسٰی اور حضرتِ یحییٰ علیہما السلام کو دیکھا۔ آنحضرت نے دونوں پیغمبروں سے ملاقات فرمائی حضرتِ عیسٰی علیہ السلام کی شباہت حضرتِ عروہ بن مسعود ثقفی سے ملتی جلتی تھی۔ دونوں پیغمبروں نے خالہ زاد بھائی، بِالنَّبِیِّ الصَّالِحِ وَ الْاَخِ الصَّالِحِ کے مبارک الفاظ سے آپ کا خیر مقدم کیا۔ حضور علیہ السلام دوسرے آسمان کی سیر فرماتے ہوئے تیسرے آسمان پر پہنچے ؎

علومِ اولین و آخریں ہیں جس کے سینے میں
خبر ہے ذرہ ذرہ کی جسے وہ باخبر آیا!

حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات فرمائی۔ فرمایا کہ میرے بھائی یوسف کی شکل ایسی ہے جیسے چودھویں رات کا چاند اور آپ کے مقابلے میں جہان بھر کے حسین ایسے ہیں جیسے ستارے آپ کو حسن کا ایک بڑا حصہ عطا گیا ہے۔

فائدہ :- اس عموم سے حضور علیہ السلام مستثنےٰ ہیں اور قرینہ اس کا ایک حدیث ہے جس کو ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالےٰ نے کسی نبی کو مبعوث نہیں فرمایا کہ وہ خوبصورت اور خوش آواز نہ ہو اور تمہارے نبی ان سب سے زیادہ حسین اور سب میں زیادہ خوش آواز تھے ؎

جس کے ہاتھوں کے بنائے ہوئے حسن وجمال
اے حسین تیری ادا اس کو پسند آئی ہے

۲۔ ایک حدیث مبارک ہے اَنَا مَلِیْحٌ وَ اَخِیْ یُوْسُفُ صَبِیْحٌ میرا حسن نمکین ہے اور میرے بھائی کا حسن صبیح ہے (میٹھا)، دونوں کے حسن میں مطابقت یوں ہے کہ حسنِ یوسفی ظاہراً بداہتہً ابہر واظہر واقف عند الحد ہے اور حسنِ محمدی معنےً وامعاناً الطف وادق اور لاتقف عند الحد، گویا یہ شعر اسی کا مصداق ہے ؎

حسنِ یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشتِ زناں
سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردانِ عرب!

تیسرے آسمان سے گزر کر چوتھے آسمان پر پہنچے۔ جہاں آپ نے حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات فرمائی السلام علیک کے بعد فرمایا کہ ادریس

مبارک ہو خدا نے تم کو زندہ آسمان پر بلایا اور جیتے جی جنت میں پہنچایا، عرض کیا حضور
میں نے ابھی جنت دیکھی بھی نہیں کیونکہ آج تک میں جس محل کے قریب جاتا ہوں
آواز آتی ہے اے ادریس یہ تیرا محل نہیں ہے یہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے ایک امتی مسلمان شخص کا ہے۔ اے ادریس ان محلوں میں کوئی شخص محمد
رسول اللہ سے پہلے نہیں آسکتا، حضرت کاش میں بھی آپ کی امت میں ہوتا تو یہ
میرے لئے نہایت بہتر ہوتا۔

یہ سن کر آپ وہاں سے چل کر پانچویں آسمان پر پہنچے، دروازہ کھلوایا، دیکھا
کہ ایک بزرگ بیٹھے کچھ وعظ نصیحت فرما رہے ہیں۔ پوچھا کہ اے جبریل یہ کون ہیں
عرض کی یہ حضرت ہارون علیہ السلام ہیں اور ان کے ارد گرد بنی اسرائیل کے بزرگ
بیٹھے ہیں، آپ ان کو نصیحت فرما رہے ہیں۔

حضور حضرت ہارون علیہ السلام سے ملاقات فرماتے ہوئے چھٹے آسمان پر
تشریف لے گئے، دروازہ کھلوا کر اوپر تشریف لے گئے وہاں ایک بزرگ کو بیٹھے
ہوئے دیکھا جب حضور علیہ السلام ملتے ہوئے سامنے سے گذرے تو وہ بزرگ
رونے لگے کہ بنی اسرائیل فخر کرتے تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تمام پیغمبروں سے
زیادہ بزرگ ہیں مگر آج ان کا خیال غلط ثابت ہوا۔ لو دیکھو ایک شخص میرے بعد
نبی ہو کر کس عالی مقام تک پہنچا ہے اگر وہ تنہا عالیمقام تک تشریف لے جائیں
تو ان کی ساری امت بھی میری امت سے پہلے جنت میں جائیگی، یہ فرما کر وہ بزرگ
روئے، حضور علیہ السلام نے پوچھا جبریل! یہ کون بزرگ ہیں؟ عرض کی یہ موسیٰ
علیہ السلام ہیں، جبریل! یہ کیوں روتے ہیں؟ عرض کی صرف اس غم میں کہ آپ کی امت

ان کی امت سے زیادہ جنت میں جائے گی۔

ـــــ خوشخبری ـــــ

ان کی آرزو تھی کہ میری امت جنت میں زیادہ جائے اس لئے روتے ہیں، یہ خاص عنایتِ ایزدی ہے کہ نوح علیہ السلام کی ساڑھے نوسو برس کی تبلیغ موسیٰ علیہ السلام کی سالہا سال کی کوشش بلکہ ایک لاکھ چوبیس ہزار جس قدر انبیاء کرام کی ساری مجموعی کوشش اور حضور علیہ السلام کی چند روزہ کوشش لاکھوں مرتبہ زیادہ مقبولِ بارگاہِ خداوندی ہے۔ جس کی طرف قرآن شریف بھی اشارہ کرتا ہے وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا۔ "پیغمبرِ محترم! آپ پر خدا تعالیٰ کا بہت ہی بڑا فضل ہے۔"

فائدہ:۔ حضور علیہ السلام کی نسبت فرمانا اس اعتبار سے ہے کہ آپ کے اتباع تھوڑی ہی مدت میں کہ اس وقت تک آپ سنِ شیخوخت تک بھی نہ پہنچیں گے اتنی کثرت سے ہو جادیں گے کہ اوروں کے سنِ شیخوخت تک بھی اتنے متبعین نہیں ہوتے۔ نیز آپ کی عمر ۶۳ سال کی ہوئی اور موسیٰ علیہ السلام کی عمر ڈیڑھ سو سال کی، جس وقت آپ کو معراج ہوئی اس وقت آپ کی عمر زیادہ سے زیادہ باون سال کی ہوگی، موسیٰ علیہ السلام سے تقریباً ایک سو سال کم، اس لئے موسیٰ علیہ السلام کے لحاظ سے بہت کم۔

۲۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی امت پر حسرت ہے کہ انہوں نے میرا اتباع اس طرح نہ کیا جس طرح حضور علیہ السلام کی امت نے آپ کی اطاعت کی اور اس لئے میری امت کے ایسے لوگ جنت سے محروم رہے تو ان کے حال پر رونا

آتا ہے۔

حضرتِ موسیٰ علیہ السلام سے رخصت ہو کر ساتویں آسمان کیطرف عروج ہوتا ہے فرمایا کہ ساتواں آسمان اس قدر نورانی اور نور علیٰ نور ہے کہ جس کو آنکھ دیکھ نہیں سکتی وہاں پہنچ کر ملاحظہ کیا کہ ایک بزرگ طلائی کرسی پہ ایک مکان کی دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھے ہیں۔ قریب ان کے ایک قوم نہایت گورے رنگ کی سفید لباس پہنے، دوسری قوم جن کے منہ سفید اور آدھے سیاہ آپ کے پاس بیٹھی ہے۔ حضور علیہ السلام کی صورت دیکھ کر وہ میلے منہ والے لوگ اٹھے اور تین مرتبہ تین نہروں میں غسل کیا۔ ہر دفعہ کے غسل میں ان کی سیاہی کم ہوتی تھی، تیسری نہر میں نہانے سے بالکل ان کے چہرے صاف اور روشن ہو گئے۔ حضور علیہ السلام نے پوچھا اے جبریل یہ مکان کیا ہے؟ یہ بزرگ جو کرسی پر بیٹھے ہیں کون ہیں؟ یہ سفید رنگ والی قوم کون؟ اور یہ آدھے سفید اور سیاہ چہرے والے کون؟ یہ نہریں کیسی ہیں؟ عرض کیا یہ مکان بیت المعمور الآخر فرشتوں کا کعبہ ہے، ستر ہزار فرشتے اس کی زیارت کرتے پھر قیامت تک ان فرشتوں کو آنا نصیب نہ ہو گا۔

بیت المعمور (آسمانی کعبہ) بیت اللہ (مکہ مکرمہ) کے عین متوازی ہے، اگر بیت المعمور سے کوئی چیز گرائی جائے تو وہ خانہ میں آکر گرے گی، یہ بزرگ جو اس کی دیوار سے ٹیک لگائے کرسی پر بیٹھے ہیں یہ حضرتِ ابراہیم علیہ السلام ہیں۔

نکتے:۔ بیت المعمور میں حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کا تشریف فرما ہونا شاید اس واسطے تھا کہ انہوں نے زمین پر بیت اللہ کی بنیاد رکھی۔ اللہ تعالیٰ نے

انہیں آسمان کا کعبہ عطا فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات فرمائی اور سلام عرض کیا اور ابراہیم علیہ السلام نے سلام کا جواب دے کر مَرْحَبًا بِالْاِبْنِ الصَّالِحِ وَالنَّبِیِّ الصَّالِحِ فرمایا اور وصیت فرمائی کہ اپنی امت سے کہہ دیجئے کہ بہشت کی زمین پاک اور قابلِ زراعت ہے اس میں درخت کثرت سے لگائیں حضور نے فرمایا کہ بہشت میں درخت کیسے لگائیں فرمایا کہ کثرت سے لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ یا دوسری میں سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ پڑھنا چاہیے یہ سفید رنگ کے لوگ آپ کی امت کے دیندار، کامل ایمان والے ہیں۔ اس لئے ان کے چہرے پُر نور اور روشن ہیں۔

اور یہ دوسرے وہ لوگ ہیں جو اچھے اور برے عمل کرتے ہیں۔ نیکیوں کی وجہ سے ان کا آدھا منہ سفید اور گناہوں کی وجہ سے آدھا منہ سیاہ ہے، جن نہروں میں انہوں نے غسل کیا پہلی نہر کا نام رحمتِ الٰہی، دوسری کا نام مغفرتِ الٰہی اور تیسری کا نام نہرِ طہور ہے، گنہ گار لوگ ان نہروں میں غسل کرنے کے بعد گناہوں سے بالکل صاف ہو جاتے ہیں اور یہ سب کچھ آپ کی طفیل ہے۔

جب حضور علیہ السلام آگے تشریف لے جانے لگے تو ابراہیم علیہ السلام نے مبارکبادیاں دیکر رخصت کیا۔ حضورِ اکرم وہاں سے رخصت ہو کر بیت المعمور میں داخل ہوتے ہیں۔ تمام فرشتوں نے حضور علیہ السلام کا پرتپاک خیر مقدم کیا اور مدتِ مدید کی پیاس بجھائی۔ پروردگارِ عالم آج اس بات کا اظہار کر رہا تھا کہ اے فرشتو! تم نے صرف انسانیت کا ایک رخ دیکھا تھا کہ انسان فساد کی جڑ اور خونریزی

کا عادی ہے لیکن تم نے تصویر کے دوسرے رخ کو نہیں دیکھا کہ کونین کا ہادی بھی ہے۔ حضور علیہ السلام کی شانِ بشری اس وقت منکشف ہوئی جب انہوں نے بیت المقدس میں افضل الخلائق جملہ انبیاء علیہم السلام کی امامت اور قیادت فرمائی۔ اور یہ ثابت ہو گیا کہ آپ خیر البشر اور سید البشر ہیں۔

اب ضرورت تھی کہ شانِ ملکی کا بھی ظہور ہو اور فرشتوں کو بھی معلوم ہو جائے کہ انہیں کس کے صدقے میں قوتِ ملکی ملی ہے اور اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ " اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی رحمتیں نچھاور کرتا اور ہم سب فرشتے ہر وقت اسی کا گن گاتے ہیں، فرشتے بارگاہِ الٰہی میں دعائیں اور آرزوئیں کرتے رہتے تھے کہ ہمیں ان کی زیارت، امامت اور قیادت سے مشرف فرما۔ آج رات سب کی دعائیں درِ اجابت تک پہنچیں۔ حق تعالیٰ نے ایک فرشتہ بھیجا جس نے آسمان پر عالی مقام پر اذان کہی جہاں آج تک مقرب سے مقرب فرشتہ نہ پہنچ سکتا تھا حضور کے طفیل آپ کے مؤذن فرشتے کو یہ مقامِ عالی مرحمت فرما دیا گیا۔

نکتہ:۔ حضور کا مؤذن آسمانوں پر نور سے بنا ہوا فرشتہ تھا۔ دنیا میں سیاہ رنگ کے بلال حبشی رضی اللہ عنہ تھے حضور علیہ السلام کے اس روحانی اور نورانی قوت اور فیض کو ملاحظہ تو کیجیے کہ دنیا کے کالے مؤذن کو آسمانوں پر نور علیٰ نور فرشتہ کے پاس کھینچ کر لے گئے کیونکہ بلال شبِ معراج حضور کے براق کی لگام تھامے ہوئے جنت میں داخل ہوئے اور حضرتِ بلال رضی اللہ عنہ کی جوتیوں کی آواز سنی۔ معراج کے بعد حضرتِ بلال کو خوشخبری دی پوچھا کہ

اے بلال! کس سبب سے تو جنت میں مجھ سے پہلے شانِ غلامانہ سے داخل ہوا عرض کی کہ اور تو میں کچھ نہیں کرتا صرف وضو کے دو نفل پڑھتا ہوں فرمایا کہ یہی سبب ہے۔

اس فرشتہ نے آذان شروع کی کہا اللہ اکبر! حق تعالےٰ نے جواب میں فرمایا صَدَقَ عَبْدِیْ اَنَا اللّٰہُ اَکْبَرُ موذن سچا ہے میں سب بڑوں سے بڑا ہوں، پھر موذن فرشتہ نے کہا اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رب العالمین نے فرمایا موذن سچا ہے میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ موذن نے کہا اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ حق تعالےٰ نے فرمایا بے شک میں نے انہیں رسول بنا کر بھیجا ہے، میں نے ہی ان کو اپنا امین بنایا ہے، میں نے جن کو سب پر برگزیدہ کیا۔

اہلِ ایمان ذرا غور کریں کہ یہ کیا مبارک وقت ہے۔ بیت المعمور آسمانی کعبہ ہے۔ موذنِ خدا مقرب فرشتہ اذان دیتا ہے اور کہتا ہے اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ یعنی جناب محمد رسول اللہ خدا کے سچے رسول ہیں۔ پھر وہاں خود جناب محمد رسول اللہ بھی تشریف رکھتے ہیں۔ آپ کے سامنے موذن کے جواب میں حق تعالےٰ آنحضرت کی رسالت، امانت، دیانت کی تصدیق فرماتا ہے۔ شاہد اور مشہود دونوں موجود ہیں پھر موذن فرشتہ نے کہا حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ، حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ "چلو نماز کیطرف چلو بھلائی کیطرف"، رب العزت نے جواب دیا موذن سچا ہے، میں نے ہی فرض کیا ہے نماز کو، جو شخص اس کو ادا کرے گا وہ سارے گناہوں سے

پاک ہوجائے گا۔ پس ارشاد ہوا اے نبی چلئے نماز پڑھئے۔

حضور بیت المعمور میں داخل ہوئے سارے آسمانوں کے فرشتوں نے آپ کے پیچھے نماز ادا کی اور تمام ملائکہ کو آپ کی اقتدار واتباع کا شرف حاصل ہوا مسلمانو! تمہیں بشارت ہو اور خوش ہو جاؤ اگر ہمارا خاتمہ خدا نے ایمان پر کردیا تو ایک دن انشاء اللہ ہمارے لئے بھی آئے گا جب ہم قبروں میں ہوں گے اور نکیرین فرشتے ہمارے سامنے ہوں گے اور ہم اپنی زبان سے ربی اللہ اور محمد رسول اللہ کہتے ہوں گے۔ تب حق تعالےٰ بذاتِ خاص فرمائے گا صَدَقَ عَبْدِیْ میرا بندہ سچا ہے، قبر میں پڑا ہوا سچ بول رہا ہے۔ خداوند کریم یہ کلیمی درجہ ہر ایک مسلمان کو نصیب کرے۔ آمین ثم آمین،

جب حضور علیہ السلام نماز پڑھا کر باہر تشریف لائے حق تبارک وتعالیٰ نے آپ کو تین خطاب امامت کے صلہ میں عنایت فرمائے۔ یا مُحَمَّدُ اِنَّکَ سَیِّدُ الْمُرْسَلِیْنَ اِمَامُ الْمُتَّقِیْنَ قَائِدُ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِیْنَ "اے نبی! تم سارے نبیوں اور رسولوں کے سردار ہو، اے نبی تم جہان بھر کے متقی پرہیزگاروں کے امام ہو، اے نبی تم لوگوں کو جنت کی طرف لے چلنے والے ہو، حضور فرماتے ہیں کہ میرے سامنے نبی پیش ہوں گے کسی نبی کے ساتھ چالیس آدمی کسی کے ساتھ دس آدمی کسی کے ساتھ دو اور بہت سے ایسے پیغمبر نظر جن کے ساتھ ایک بھی مسلمان نہ ہوگا، ساری عمر ان پر کوئی شخص بھی ایمان نہ لایا۔

یہ لابدی بات ہے کہ جب کہیں کوئی بڑا بادشاہ آتا ہے تب ساری فوجیں

فوجوں کے افسر بادشاہ کے سامنے پیش ہوئیں۔ کیا اچھے نصیب اس امت کے ہیں کہ نبیوں کا سردار ان کا نبی ہو (فداہ ابی وامی)۔

جب سارے انبیاء امتوں سمیت حضور کے سامنے گذر چکے تب ایک عظیم الشان گروہ اہلِ اسلام کا آپ کے سامنے پیش ہو گا کہ یہ کون ہیں؟ عرض کیا گیا یہ حضرتِ موسےٰ علیہ السلام اور ان کی امت ہے۔ حضورِ انور کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت دیکھ کر خیال ہوا کہ شائد حضرتِ موسیٰ علیہ السلام کی امت میری امت سے زیادہ جنت میں جائے گی، آپ کے دل میں کچھ ملال بھی ہوا لیکن اسی وقت وہ امت آپ کی نظروں سے غائب ہو کر دوسری امت جو پہلی امت سے ہزار ہا مرتبہ زیادہ تھی آپ کے سامنے پیش ہوئی اور کہا گیا کہ آپ غم نہ کریں یہ آپ کی امت آپ کے سامنے حاضر ہے جو تمام امتوں سے زیادہ ہے علاوہ اس کے ایک اور جماعت آپ کی امت کی ایسی ہے جس میں ستر ہزار بلاحساب وکتاب جنت میں جائیں گے۔

بعض روایتوں میں ہے کہ ان ستر ہزار میں سے ایک ایک کے ساتھ اور ستر ستر ہزار بلا حساب وکتاب بخشے جائیں گے۔ جیسے دنیا کے بادشاہ کا ملک، دولت اور سلطنت سے پیٹ نہیں بھرتا اگر سات ولائتیں قبضے میں آجائیں تب بھی آٹھویں ولایت کا خیال کرے گا۔ اسی طرح نبیوں کی خواہش اور حرص امانذار امتیوں سے نہیں بھرتی۔ جتنا بڑا نبی ہو گا اسی قدر اس کی خواہش اور حرص امت کے لئے زیادہ ہو گی۔ پھر حضور علیہ السلام کا تو خطاب حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ؀ قرآنِ مجید میں ہے۔ آپ جس قدر

امت کے اسلام لانے کی حرص کریں کم ہے، حضور کی حرص اور دنیا کے بادشاہوں کی حرص میں زمین و آسمان کا فرق ہے اور یہ مثال یہاں صادق آتی ہے ؎

کہاں یہ کمینے کہاں وہ جانِ افلاک

چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

آسمانِ ہفتم پر ایک چشمہ دیکھا جسے سلسبیل کہتے ہیں اور اس سے دو نہریں جاری ہیں ایک نہر کوثر اور دوسری نہر رحمت، ابوحاتم انس سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے آسمانِ ہفتم پر ایک نہر دیکھی جس پر موتی، یاقوت اور زبرجد کے خیمے نصب تھے اور سبز پرند اس کے گرد بیٹھے تھے اور چاندی کے برتن اس پر رکھے تھے۔ جبریل نے عرض کی یہ نہرِ کوثر ہے کہ آپ کو حق تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے۔ آپ نے ایک آبخورہ پانی کا اس سے پیا جو شہد سے زیادہ شیریں، برف سے زیادہ ٹھنڈا اور مشک سے زیادہ خوشبودار پایا۔

پھر حضور علیہ السلام وہاں سے آگے بڑھے تو آتش (استبرق) یاقوت ظلمت و نور کے حجابات کو جو تعداد میں ستر ستر اور ایک دوسرے کے بعد پانچ سو سال کی راہ تھی، طے فرما کر حجاباتِ قدرت، کبریا، ملکوت، حجاب جلال و عزت و فردیت کہ ہر ایک دوسرے سے بعد میں پانچ سو برس کا رستہ تھا، قطع فرما کر مقامِ جبریل یعنی ظلِ ظلیل سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے دیکھا کہ وہاں ایک درخت نہایت عظیم الشان ہے جڑ اس کی زرسرخ کی اور شاخیں مروارید کی اور بعض زمرد کی اور بعض یاقوت کی ہیں اور درازی اس کی پچاس ہزار سالہ راہ ہے پتے اس کے ہاتھی کے کانوں کے برابر، پھل اس کے مقامِ حجر کے مٹکوں کے برابر اور

اس کی جڑیں چھٹے آسمان پر اور ڈالیاں ساتویں آسمان پر پھیلی ہیں، نور باری عزاسمہٗ اسے گھیرے ہوئے ہے۔ بے شمار فرشتے بہ شکل ملخ (ٹڈی) ستاروں کی مانند چمکتے ہوئے دیکھے کہ ان کا شمار اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی نہیں کر سکتا اِذْ یَغْشَی السِّدْرَۃَ مَا یَغْشٰی "بیری نے ڈھانپا ہے"

ایک روایت میں ہے کہ اس کے ہر پتے پر آسمان کے ستاروں کے جنگل موجود تھے۔ ذروں کی تعداد میں فرشتے سنہری پروانوں کی طرح خدا کی تسبیح و تقدیس میں مشغول پائے۔

لکھا ہے کہ وہ سب کے سب سلطان انس و جان کے جمال جہاں آرا کے نظارے کے مشتاق تھے، جب دیکھا کہ محبوبِ خدا آرہے ہیں اور صلوٰۃ و سلام عرض کی اور رحمتِ الٰہی کی بشارت دی اور کہا ؎

خاکِ درت بر سرِ ما تاج باد

ہر شبِ عمرت شبِ معراج باد

ان سب فرشتوں نے اپنی طاعت و عبادت حبیبِ ربّ العزت پر نچھاور کی کہ اس کا ثواب روزِ قیامت حضور کی امت کے حوالے ہوگا اور اس درخت کی جڑ سے چار نہریں جاری دیکھیں کہ دو بہشت کو جاتی ہیں اور دو نیل اور فرات دنیا کی طرف آتی ہیں۔ اس درخت کی شاخوں میں ایک شاخ سبز زمرد کی دیکھی کہ وہ تمام شاخوں سے سولہ ہزار سالہ مسافت پر بلند تھی اور اس شاخ کے سر پر ایک پتہ اتنا بڑا تھا کہ ساتوں آسمان و زمین کو گھیرے تھا اس پر بسترِ نور بچھا ہوا تھا اور ایک محراب یاقوت سرخ کی اسی ہزار گز بلند بنی تھی اور وہ

مقامِ حضرتِ جبریل خادم حبیب ربّ جلیل تھا اور اس محراب کے بالکل سامنے ایک
در نگار و منقش کرسی بنام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، ابتدائے آفرینش سے
آج کی رات تک اس پر کسی کو بیٹھنے کی مجال نہ ہوئی اور نہ ہوگی۔ پس حضرتِ جبریل
نے حضور علیہ السلام کو اس کرسی پر لا کر رونق افروز کیا۔ آپ نے اس کرسی کے
چاروں طرف دس دس ہزار کرسیاں جن میں ایک طرف کی کرسیاں سفید مروارید
کی تھیں اور ان پر توراتِ مقدس لکھی تھی اور ہر کرسی کے ارد گرد چالیس ہزار
فرشتے کھڑے توراتِ مقدس کی تلاوت کر رہے تھے، دوسری طرف سبز
زمرد کی کرسیاں تھیں ان پر انجیل منقوش تھی اور ہر کرسی کے گرد چالیس ہزار
فرشتے کھڑے ہو کر اسے پڑھ رہے ہیں اور تیسری جانب کی کرسیاں زبرجد
کی تھیں اور ان پر زبور لکھی تھی اور اتنے ہی فرشتے اسے کھڑے ہو کر اسے
پڑھ رہے تھے اور چوتھی جانب کی کرسیاں یاقوت سرخ کی تھیں ان پر قرآنِ
عظیم ثبت تھا اور اس کی تلاوت میں بھی چالیس ہزار فرشتے مشغول تھے۔
جب حضور کرسی پر جلوہ افروز ہوئے جبریل نے بادب عرض کی یا رسول اللہ!
میری ایک عرض ہے۔ فرمایا کیا ہے؟ عرض کی میں چاہتا ہوں کہ آپ اس
مقام پر دو رکعت نماز ادا فرمائیں تاکہ میرا یہ مقام بھی برکتِ میمنت لزوم سے
حصہ پائے۔

حضور نے ان کی عرض قبول فرمائی اور دو رکعت نماز اس مقام پر فرشتوں
کے ہمراہ پڑھی، آپ نے امامت کی اور ان سب فرشتوں نے انبیاء علیہم السلام
کی طرح اقتدا کی پس حضور کا شرف اور استحقاقِ امامت ان پر بھی عیاں ہوا۔

نکتہ :- ا۔ اگر کسی بزرگ یا ولی سے اپنے گھر میں نماز پڑھائی جائے تو یہ باعثِ برکت، موجبِ ثواب اور سنتِ جبریل ہے۔ اگر کسی جگہ کسی بزرگ کا گذر ہو جائے تو وہ جگہ مقدس ہو جاتی ہے۔ حصولِ برکت کے لئے وہاں نماز پڑھنا مستحسن ہے۔

جب نماز سے فارغ ہوگئے تو جبریل نے حضور علیہ السلام کا دستِ اقدس پکڑا اور اپنے مقام سے سدرہ پہ لائے۔ یہ وہ مقام تھا جہاں مَلکی طاقت بھی جواب دے بیٹھتی ہے اور مقام سدرہ جبریل کے لئے سدِ راہ بن گیا اور پردۂ شاہی نظر آیا۔ اب جبریلِ امین حضورِ پاک کی ہمراہ ہمرکابی سے کھنچتے ہیں سہ

بدو گفت سالارِ بیت الحرام

کہ اے حاملِ وحی برتر کہ ام

حضور نے فرمایا اخی جبریل! خیر تو ہے؟ جب دوستی اور محبت میں تم نے مجھے مخلص پایا ہے سہ

چوں در دوستی مخلصم یافتی!

عنانم ز صحبت چرا تافتی!

تم میری صحبتِ فیض رساں سے کیوں جھجکتے ہو ع

صحبتِ صالح ترا صالح کند

کو عملی جامہ کیوں نہیں پہنایا جاتا۔ پروردگارِ عالم کے حضور میں تمہارا درجہ اور مرتبہ اظہر من الشمس ہے۔ تم وحی کے فرشتے ہو۔ انبیاءِ کرام پہ احکام

الٰہی لاتے ہو۔

وحی کی بہت سی قسمیں ہیں جن میں سے ایک قسم یہ ہے کہ حضرتِ جبریل وحی لیکر آتے ہیں۔ سید الملائکہ حضرت جبریل علیہ السلام کی پرواز اور اصلی شکل و صورت آیات و احادیث سے واضح ہے۔

رکے جو سدرہ پہ جبریل شہ نے فرمایا
بڑھو کہ رکنا تمہارا ہمیں نہیں بھایا
کیا یہ عرض بھلا کس کو آپ سا پایا
یہاں سے بڑھنے کا موقع ہمیں نہیں آیا
حضور کو تو خدا نے ہے آپ بلوایا
وصالِ حق کے اشارے سلام کہتے ہیں

حضرتِ جبریل اس قدر تیز پرواز ہیں کہ جب نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینک کر چھٹکارا حاصل کرنا چاہا تھا، ادھر نمرود خلیل اللہ کو آگ میں پھینکنے کی تیاریاں کر رہا ہے۔ ادھر فرشتے مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ (یہ زمین میں فساد کریں گے اور خون بہائیں گے) اور خونی منظر کا انتظار کر رہے ہیں لیکن پروردگارِ عالم اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ہ "میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے"۔ کا حکم ارشاد فرمایا ہے جب آگ اپنے پورے جوبن پر آگئی تو نمرود نے حکم دیا کہ اب ابراہیم علیہ السلام کو نذرِ آتش کر دیا جاتے۔ جب آپ کو منجنیق (گوپھن) میں ڈال کر پھینک دیا گیا۔

حضرتِ جبریل کو حکم ملتا ہے کہ اے جبریل فوراً جاؤ اس سے پہلے کہ میرا خلیل آگ میں جائے آگ کو گلزار بنا دو اور تختِ مرصع پر میرے خلیل کو بٹھا دو۔ چنانچہ جبریل سدرہ سے پرواز کرتے ہیں اور آن کی آن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پہنچنے سے پہلے اس کو گلستان بنا کر تختِ مزین بچھا دیا اور خلیل اللہ کو نہایت آرام اور عزت و عظمت سے اس تختِ مزین پر جلوہ گر کر دیا۔

۲۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے فرزندِ ارجمند حضرتِ اسماعیل علیہ السلام کو راہِ حق میں قربان کر دینے کے لئے لٹایا اور ذبح کرنے کے لئے نہایت تیز چھری کو چلایا، پروردگارِ عالم نے حضرتِ جبریل کو حکم دیا کہ اے جبریل فوراً جاؤ اس سے پہلے کہ حضرتِ جبریل کا ایک بال بھی بیکانہ ہو، جنت سے پیتل کی تختی حضرتِ اسماعیل کے گلے پر رکھ دو۔ ادھر چھری چلتی ہے، ادھر جبریل پرواز کرتے ہیں اور آنِ واحد میں حکمِ خداوندی بجا لاتے ہیں۔

۳۔ حضرتِ یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں نے کنوئیں میں ڈالنے کا مشورہ کیا۔ قرار پایا کہ ہاتھ پاؤں باندھ کر جلد از جلد پھینک دیا جائے ادھر ان کے بھائی حضرتِ یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں گراتے ہیں ادھر جبریلِ امین کو حکمِ ایزدی پہنچتا ہے کہ اے جبریل! دیکھو اس سے پہلے کہ حضرتِ یوسف علیہ السلام کنوئیں تک پہنچیں انہیں فوراً جا کر تھام لو چنانچہ حضرتِ جبریل علیہ السلام پرواز کرتے ہیں اور گرنے سے پہلے آپ کو

پا کر نہایت آرام سے کنوئیں کو رشکِ جنت بنا کر بٹھا دیتے ہیں۔

حضرتِ جبریل کی پرواز کی صدہا مثالیں ہیں کہ آنِ واحد میں سدرۃ المنتہیٰ سے تحت الثریٰ تک پہنچے۔ پرواز کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ حضرتِ جبریل کی صورتِ اصلی اور شکلِ ملکی کیا ہے؟ ایک حدیثِ پاک ہے جس کا ترجمہ یہ ہے جو مولانا روم نے اپنی مثنوی مبارک دفترِ چہارم کے آخر میں کیا ہے، مختصر بقدرِ ضرورت نقل کرتا ہوں جس سے حضرتِ جبریل کی ہئیتِ اصلیہ معلوم ہو جائے۔

مصطفےٰ می گفت پیشِ جبرئیل!
کہ چنانچہ صورتِ تست اے جلیل

"حضور علیہ السلام نے جبریلِ امین کو فرمایا تیری اصلی شکل کیا ہے؟"

فائدہ: ۔حضرتِ جبریل علیہ السلام صدہا مرتبہ دربارِ رسالت میں حاضر ہوتے لیکن اصلی شکل میں نہ ہوتے تھے بلکہ انسانی شکل و صورت میں آتے تھے اور اکثر دحیہ کلبی صحابی کی شکل میں آتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے اپنی شکل بدل سکتے ہیں اور اس میں راز یہ ہوتا ہے کہ کسی سبق سیکھنے یا سکھانے یا کسی خاص ضرورت کے پیشِ نظر بہ شکلِ انسانی متشکل ہوتے ہیں۔

مثلاً قرآنِ مجید میں ہے کہ جبریلِ امین حضرتِ مریم علیہا السلام کو حضرت حضرتِ عیسٰی علیہ السلام کی خوشخبری دینے آئے تو اس وقت حضرتِ جبریل کی ظاہری شکل انسانی تھی چنانچہ اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا فَتَمَثَّلَ لَهَا

بَشَرًا سَوِیًّا " تندرست مرد کی شکل میں آئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسحاق علیہ السلام کی بشارت دینے اور حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کو عذاب دینے کے لئے فرشتے خوبصورت لڑکوں کی شکل میں آتے۔

مسلم شریف اور مشکوٰۃ شریف پہلی حدیث مبارک فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور علیہ السلام کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اِذْ طَلَعَ عَلَیْنَا رَجُلٌ " اچانک آدمی آ گیا " اسلام اور ایمان، احسان، قیامت کے متعلق پوچھ کر چلا گیا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا یَا عُمَرُ اَتَدْرِیْ مَنِ السَّائِلُ " اے عمر! تم سائل کو پہچانتے ہو! قُلْتُ اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ " اللہ اور رسول اللہ بہتر جانتے ہیں " فرمایا وہ جبریل تھے اَتَاکُمْ یُعَلِّمُکُمْ دِیْنَکُمْ " وہ تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے " حضرتِ جبریل صحابہ کرام کو سکھانے اور معلّمِ کونین سے سیکھنے کے لئے لباسِ بشری میں آئے فرمایا ؏

مرمرا بنمائے محسوس آشکار !

تا بہ بنیم مر ترا نظارہ وار!

" اے جبریل! مجھے (شکلِ بشری نہیں بلکہ، اپنی اصل (ملکی شکل دکھا تاکہ تیرا نظارہ کر سکوں "

گفت نتوانی و طاقت نبودت

حس ضعف است و تنگ سخت آیدت

" آپ نہیں دیکھ سکیں گے اور متحمل نہیں ہوں گے کیونکہ آپ کا ظاہر حس

جسمانی کمزور اور نازک ہے اس لئے آپ کا اس کو دیکھنا شاق ہوگا۔

چونکہ کرد الحاح بنمود ند کے
پس کہ کوہ شود یا مہند کے

"جب حضور علیہ السلام نے الحاح فرمایا اور اصرار فرمایا تو انہوں نے اپنی وہ ہیئت جس سے پہاڑ پارہ پارہ ہو جائیں دکھائی، ایسی مہیب وطویل شکل کہ ؎

شہ پرے بگرفتہ مشرق و غرب را
از مہابت گشت بے ہوش مصطفیٰ

" آپ کے شہپرے اور بازوؤں نے شرق و غرب کو گھیر لیا، تمام زمین و آسمان پر چھا گئے، ہر طرف بازو پھیل گئے۔ اس شکل وصورت کو دیکھ کر حضور علیہ السلام (بظاہر) بے ہوش ہو گئے۔"

افادہ: ظاہر ہے کہ زمین و آسمان پر حضرت جبریل علیہ السلام کے بازو چھا گئے، مشرق و مغرب گھیرے ہوئے تھے، حضور علیہ السلام نے طائرِ سدرہ کی اصلی شکل دیکھنی تھی۔ یہ جب ہی ہو سکتا تھا کہ آپ کسی بلند اور ارفع مکان پر پہنچتے، جہاں زمین و آسمان کی حد ختم ہو چکی ہو، جہاں مشرق و مغرب ایک ذرہ نظر آئیں۔ چنانچہ رویتِ جبریل کے لئے لباسِ بشری کو وہیں چھوڑا اور خود بجسمِ نوری عرشِ عُلیٰ کے قریب آکر دیکھا۔

چوں زبیم و ترس بے ہوشش دید
جبرئیل آمد درِ غوششش کشید!

"جب جبریل نے آپ کے جسمِ بشری خوف و ہراس سے بیہوش دیکھا تو فوراً اپنی شکل بدلی اور اپنی گود میں اٹھایا۔" اب دیکھنا یہ ہے کہ کونسا جسم اور کون سی حس پر بے ہوشی طاری ہوئی ہے

احمد احمد آں جسے کہ غار لیست!

خفتہ ایں دم زیرِ خاکِ یثرب است

حضور کے اندر وہ حسن جسمانی جو مشاہدہ صورتِ جبریلی کی تاب نہ لا سکی اور از خود رفتہ ہو گئی وہ تو اس وقت سرزمین مدینہ کے گنبدِ خضریٰ کے اندر جلوہ افروز ہیں ہے

واں عظیم الخلق او گو صفدر است!

بے تغیر مقعدِ صدق اندر است

لیکن آپ کا وہ عظیم الشان اور نوری وقوی جسم جو ایسی مہیب شکلوں سے متاثر نہیں ہوتا وہ بلا تغیر مقعدِ صدق میں مقیم و موجود ہے۔ روح جو کہ ایک روشن آفتاب اور ظلمات ناسوت سے منزہ ہے وہ بے تغیر و تبدل ہے۔ حضور روحِ عالم اور جانِ جہاں ہیں ہے

اوست بے تغیر شرقیّہ

بے ز تبدیلی کہ لا غربیّہ

اس لئے کہ (روح) نہ وہ شرقی ہے نہ غربی ہے کیونکہ شرق و غرب عالمِ خلق سے ہیں اور روح عالمِ امر سے ہے اور جبکہ روحِ احمدی آفتاب ہے تو شکل جبریلی جو کہ اس کے مقابلے ایک ذرہ ہے ہے

آفتاب از ذرہ کے مدہوش شد

شمع از پروانہ کے بے ہوش شد!

ہم نے پہلے عرض کیا ہے کہ لباسِ بشری زمین پر تھا اور جسمِ نوری عرشِ اعلیٰ پر، اس لئے کہ آفتاب بھی کبھی ذرہ سے مدہوش نہیں ہو سکتا بھلا شمعِ رسالت پروانہ سے بے ہوش ہو سکتی ہے! ؎

اگر حضور علیہ السلام بے نقاب ہو جائیں اور جبریل بے حجاب ان کا دیدار کرے تو کبھی بھی ہوش میں نہ آئے، یہ ہے جبریل کی پرواز اور اصلی شکلِ ملکی، سیاحِ لامکاں نے فرمایا اے جبریل! تمہاری اور شکل تو میں نے دیکھ لی اب ذرا تم بھی میری پرواز اور اصلی شکل دیکھو۔ سدرۃ المنتہیٰ سے قدم آگے بڑھاؤ۔ آج میں ستر ہزار حجابات سے بے نقاب ہوتا ہوں، آؤ اور مجھے بے حجاب دیکھو، جبریل نے عرض کی ؎

احمد ار بکشاید آں پر جلیل!

تا ابد بے ہوش ماند جبرئیل

بگفت امراتر محب لم نماند

بما لم کہ نیروئے بالم نماند

مجھ میں آگے بڑھنے کی طاقت نہیں وَمَا مِنَّا اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ہم میں کوئی مقام مقرر سے تجاوز نہیں کرتا، اب آپ آگے تشریف لیجائیے میں اپنی خدمت پوری کر چکا حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کیا تم نے مجھ سے اللہ تعالیٰ تک لے جانے کا وعدہ نہ کیا تھا تو اب کیوں ٹھہرتے ہو؟ یہ

فرمایا اور جبریل کا ہاتھ پکڑ کر ایک قدم آگے بڑھایا کہ ناگاہ جبریل ہیبتِ الٰہی سے کانپنے لگے اور بہ آہ و زاری عرض کی یا رسول اللہ! مجھے میرے مقام جلد واپس فرمائیے میں تھک گیا اب چلنے کی تاب و طاقت نہ رہی، بازو شل ہو گئے ؎

گفت او را ہیں بپر اندر پیم

گفت رو رو کہ حریفِ تو نیم

آپ نے فرمایا جبریل ذرا آگے اپنی پروازِ وشکل دکھا اور میں بھی پرواز دکھاتا ہوں ؎

تو مرا بگذار زیں پس پیش راں!

حدِ من ایں بود اے سلطانِ دیں

آپ مجھے یہیں چھوڑیئے اور خود آگے تشریف لے جائیے اے سلطانِ کون و مکان میری یہاں پر انتہا ہو گئی ہے ؎

گفت بیروں زیں حد اے خوش فرمن!

گر زنم پرے بسوزد پرے من؟

باز گفت او را بیا اے پردہ سوز

من بہ اوجِ خود نہ رفتم ہنوز

اے جبریل کہ ابھی میں اپنی اصلی بلندی کی طرف نہیں پہنچا ہوں،

عرش پہ جا کے مرغِ عقل تھک کے گرا غش آ گیا

اور ابھی منزلوں پرے پہلا ہی آسمان ہے

عقل چوں جبریل گوید احمدا گر یکے گامے زنم سوزد مرا

پھر جبریل نے عرض کی کہ یا حضرت اگر یہاں سے میں ایک قدم آگے

بڑھاؤں تو انوار و تجلیاتِ الٰہی مجھے جلا ڈالیں ؎

گفت بیروں زیں حدا ے خوش فرمن

گر زنم پرے بسوزد پرِ من ! !

"اس حد سے آگے بڑھوں تو میرے تمام پر جل جائیں"

اگر یک سرِ موئے برتر پرم !

فروغ تجلّی بسوزد پرم !

اور دست بستہ عرض کی ؎

بڑھوں جو آگے میں بال بھر

تجلّی سے جل جائیں گے بال و پر

حضور فرماتے ہیں اے جبریل! تیری حد تو ختم ہو گئی؟ عرض کی جی!

حضور فرماتے ہیں تمہاری حد تو ختم ہو گئی اب ہماری ابتداء و حد شروع ہونیوالی

ہے۔ اللہ! اللہ! جہاں جبریلِ امین شہباز بلند پرواز قاف و قدس تھک

کر بیٹھ جاتے وہاں سے ہمارے آقا و مولا کی حد شروع ہوتی ہے اللہ ہی

جانے کہاں ختم ہو گی؟

آپ نے جبریل سے رخصت ہوتے وقت دریافت فرمایا کہ اخی جبریل!

اللہ تعالےٰ کے حضور جا رہا ہوں، میرے اور اس کے سوا کوئی تیسرا نہیں

ہو گا کوئی آرزو اور تمنا ہو تو بیان کرو۔ مقامِ غور ہے باقی نبیوں سے جبریل

پوچھتے ہیں کہ بتاؤ تمہاری کیا آرزو ہے؟ لیکن آقا نے فرمایا آج تم بتاؤ

تمہاری آرزو کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ سے عرض کر کے تمہاری عرض پوری کرادونگا
جبریل نے عرض کی یارسول اللہ! صرف ایک آرزو ہے اس کے لئے حضور اللہ
کے ہاں سفارش کردیں اور وہ یہ ہے کہ جب قیامت کے دن آپ کی گنہ گار
امت پلصراط سے (جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے)
گذریں تو اس وقت مجھے اختیار ہو کہ میں پلصراط پر اپنے پَر بچھادوں تاکہ
آپ کی امت آسانی سے گذر جاتے اور یہ ظاہر ہے کہ جب حضور علیہ السلام
نے جبریلِ امین کی تمنا قبول کر لی تو ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جبریل کو اجازت
دے دی ہوگی اور وہ قیامت کے دن ضرور اپنے پَروں کو پلصراط پر بچھائیں
گے اور ہم سب اس پہ آسانی سے گذر جائیں گے ، اعلیحضرت قبلہ ارشاد
فرماتے ہیں ؎

اہلِ صراط روحِ امیں کو خبر کریں
جاتی ہے امتِ نبوی فرش پَر کریں

فرمانے کو تو فرما دیا مگر پھر غیرت اور ادب کا تقاضا کچھ اور ہوا۔ ادب
کا تقاضا یہ ہوا کہ جبریلِ امین مقرب اولوالعزم فرشتہ ہیں ان کے پَر اور ہمارے
پاؤں یہ تو بڑی بات ہے ، غیرت کہنے لگی ایسا امت نواز آقا رکھتے ہوئے
دوسروں سے رحم کی التجا کریں ۔ اغیار کا احسان اپنی گردن پر کیوں لیں ؟
کیا اللہ عزوجل نے ہمارے آقا و مولیٰ کو طاقت مرحمت نہیں فرمائی ہے !
منتِ غیر سے بچالے انہی باتوں کو مدِنظر رکھتے ہوئے دوسری جگہ پر ارشاد
فرماتے ہیں ؎

پل سے اتارو راہ گذر کو خبر نہ ہو

جبریل پر بچھائیں تو پر کو خبر نہ ہو

یہاں پر دو باتیں قابلِ غور ہیں ایک تو یہ کہ جبریل کو ہم سے کیا واسطہ ؟ اگر بفضلِ خدا ہم جنت میں جائیں تو انہیں کیا فائدہ ؟ اور خدانخواستہ ہم دوزخ میں جائیں تو انہیں کیا نقصان ؟ وہ معصوم ہیں انہیں ہمارے ساتھ اتنی محبت و شفقت کیوں ؟

حقیقت الامر یہ ہے کہ سدرہ نشین کو غلامانِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء سے کیا سروکار ؟ مگر حضور علیہ السلام کی نظرِ کرم کے وہ بھی محتاج ہیں ؛ جبریلِ امین جانتے ہیں کہ سردارِ دوجہاں کو ان کے امتیوں سے ایک ایک کے ساتھ کتنی محبت ہے ؟ اور قاعدہ ہے کہ جو شخص کسی کے محبوب کی خیرخواہی کرے تو خواہ مخواہ محب کی توجہ اس کی طرف ہو جاتی ہے اسی قاعدہ کے تحت روح الامین نے ہماری خیرخواہی کی ورنہ ہمارا انہیں کیا غم ؟ ہاں اپنی فکر تھی کہ کسی طرح محبوبِ اعظم علیہ التحیۃ والثناء کی توجہ اپنی طرف منعطف کریں اور اس کے لئے سوائے اس کے کوئی صورت ہی نہ تھی لہٰذا انہوں نے ہماری بھلائی چاہی ، بالذات اپنی بھلائی کی تھی تبعاً اور بالعرض ہماری بھی بہتری ہو گئی۔

دوسری بات یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے بالخصوص جبریلِ امین ہی سے کیوں دریافت کیا کہ تمہاری تمنا کیا ہے ؟ اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ جب کبھی نبی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی ابتلاء و امتحان میں مبتلا کئے گئے تو بحکمِ پروردگار حضرتِ جبریل علیہ السلام نے ان کی خدمت میں حاضری دی اور عرض

کی یا نبی اللہ علیہ السلام کوئی تمنا ہو تو بیان فرمائیں میں حاضر ہوں مثال کے طور پر حضرتِ آدم، حضرتِ نوح، حضرتِ ابراہیم، حضرتِ یوسف، حضرتِ یونس، حضرتِ ایوب علیٰ نبینا وعلیہم السلام کے واقعات پیش کئے جا سکتے ہیں مگر آج اس کے خلاف حضرتِ جبریل کو خود ایک تمنا پیش ہے گویا درپردہ حضور علیہ السلام کی شان دکھائی جا رہی ہے۔ فرمایا اے جبریل! وہ نبی اور تھے جن سے تم جا کر پوچھا کرتے تھے کہ کوئی تمنا ہو تو بیان فرمائیں مگر میں اللہ کا محبوب ہوں میں خود تم سے پوچھتا ہوں کہ بتاؤ تمہاری کیا تمنا ہے؟

الغرض جبریلِ امین کو ذرا آگے بڑھایا تھا تو وہ ہیبتِ الٰہی سے پگھلا اور قریب نابود ہونے کو دیکھ کر دستِ مبارک سے اشارہ فرمایا کہ پانچسو برس کی راہ جو ایک قدم میں طے فرمائی تھی اسے اشارے میں طے فرما کر انہیں ان کے مقام پر پہنچایا ندا آئی اے محمد (علیہ السلام) آپ فکر میں تھے کہ میری امت حشر کے دن راہِ دور و دراز قیامت اور پلصراط کس طرح طے کرے گی؟ اب دیکھ لیں کہ ایک اشارے میں پانچسو برس کی راہ طے کی اور ایک قدم میں جبریل کو پانچسو برس کی راہ طے کرائی اگر قیامت کے دن بھی اسی طرح لبِ شفاعت ہلا کر پچاس ہزار برس کی راہ ایک دم میں طے کرے اور اپنی امت کو آنِ واحد میں اس دور و دراز پر خطر راہ سے سلامت لے جائے تو کیا عجب ہے!

دوسری روایت میں ہے کہ حضور سدرہ سے روانہ ہوئے تو جبریل پیچھے ہوئے، آپ نے انہیں آگے چلنے کا حکم فرمایا۔ جبریل نے عذر کیا اور عرض کیا تَقَدَّمْ فَاِنَّكَ اَكْرَمُ عَلَى اللّٰهِ مِنِّيْ یارسول اللہ! آپ آگے تشریف

لے چلئے کہ آپ کا رتبہ اللہ تعالے کے نزدیک بہت زیادہ ہے۔ پس حضور آگے چلے اور جبریل پیچھے ہوئے یہاں تک کہ حجاب کے پاس پہنچے۔ جبریل نے اسے ہلایا آواز آئی کون ہے؟ کہا میں جبریل ہوں اور میرے ہمراہ حبیب علیہ السلام ہیں۔ پس محافظِ حجاب نے کہا اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ آواز آئی: صَدَقَ عَبْدِیْ اَنَا اَکْبَرُ اَنَا اَکْبَرُ۔ پھر اس فرشتے نے کہا اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ ارشاد ہوا صَدَقَ عَبْدِیْ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنَا پھر فرشتہ نے کہا اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ ارشاد ہوا صَدَقَ عَبْدِیْ اَنَا اَرْسَلْتُ مُحَمَّدًا۔ فرشتے نے کہا حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ ندا آئی صَدَقَ عَبْدِیْ وَدَعَا اِلٰی عِبَادَتِیْ اَنَا اِلٰی بَابِیْ اَفْلَحَ مَنْ اَجَابَ دَاعِیْ میرے بندے نے سچ کہا اور بلایا میری عبادت کیطرف، میں نے ان کو اپنے حکم کیطرف بلایا وہ کامیاب ہوا جس نے میرے حکم پر لبیک کہی پھر فرشتہ نے کہا اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ آواز آئی صَدَقَ عَبْدِیْ اَنَا اَکْبَرُ اَنَا اَکْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنَا۔

تنبیہ

یہاں سے اذان کی فضیلت ظاہر ہوئی کہ اللہ تعالے نے ہر کلمہ پر موذن کی تصدیق فرمائی اور اسے عبدیت کے ساتھ یاد کیا اور اپنی طرف اضافت کیا اور یہ ایسا رتبہ ہے کہ اس کی انتہا نہیں۔

نکتہ:- چونکہ اس رات نماز فرض ہونے والی تھی اور آذان اعلامِ نماز ہے لہذا وہ پہلے سنائی گئی تاکہ آپ یاد فرمالیں اور اختلاف صحابہ کے وقت عبداللہ بن

زید اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خواب پسند فرما کر اسے اعلام نماز کے واسطے فرمایا۔

۲۔ جب کوئی مؤذن اذان دیتا ہے تو اس کا جواب پروردگارِ عالم دیتا ہے۔

پھر ندا آئی یا مُحَمَّدُ اَکْمَلَ اللّٰہُ لَکَ الشَّرَفَ عَلَی الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ "اے محمد! (علیہ التحیۃ والثناء) اللہ تعالیٰ نے تیرے فضل و شرف کو اولین و آخرین پر کامل فرمایا" حضور نے جبریل سے اس فرشتہ کا حال پوچھا۔ عرض کی قسم اس خدا کی جس نے آپ کو مبعوث فرمایا میں نے آج تک اس فرشتہ کو نہیں دیکھا مگر اس وقت کہ آپ کے ہمراہ یہاں پہنچا۔ اس وقت اس فرشتہ نے حجاب کے پیچھے سے ہاتھ نکال کر حضور کو اٹھالیا اور جبریل نے وہیں توقف کیا۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تنہا رواں ہوئے اور حجابہائے نور وظلمت طے فرمانے لگے۔

دوسری روایت میں ہے کہ جب جبریل نے اس مقام پر حضور کی رفاقت چھوڑی تو میکائیل نے آکر زمینِ ادب چومی اور تعظیم بجا لاکر عرض کی یا رسول اللہ! اب وقت میری خدمت کا آیا اور حضور کو اپنے پروں پر بٹھا کر حجابہائے ناپید کنار اور آتشیں بہار کو طے کرتا ہوا حجابہائے عرش پر پہنچا اور وہاں سے آگے نہ بڑھ سکا۔ عذر کر کے رخصت ہوا۔ اسرافیل نے آکر شرائطِ تسلیم و مراسمِ تعظیم فرمائیں اور حضور کو اپنے بازؤں پر بٹھا کر پرواز کی۔ اس کے علاوہ دیگر دریاؤں کو قطع کر کے حجابِ قدرت وعظمت تک پہنچایا اور آگے جانے سے عذر خواہاں ہوا اور رفرف آیا اور پکارا سے

گر بر سر و چشم من نشینی

نازت بکشم کہ نازنینی!

آپ اس پر جلوہ گر ہوئے اس نے آن کی آن میں حضور کو ساقِ عرش پر پہنچایا۔

چشمِ زدن میں پہنچے عرشِ بریں کے اوپر

پرواز یہ کہاں ہے روح الامیں کے پر میں

حضور علیہ السلام فرمایا کہ جب میں ساقِ عرش کے قریب پہنچا۔ بے شمار حجاب پیش آئے۔ منجملہ ان کے ستر ہزار پردے سونے کے، ستر ہزار چاندی، ستر ہزار مروارید سفید، ستر ہزار زمرد سبز، ستر ہزار یاقوت سرخ، ستر ہزار نور، ستر ہزار ظلمت، ستر ہزار پانی، ستر ہزار دیوار اور ستر ہزار آگ کے تھے اور ہر پردے کا دوسرے پردے سے فاصلہ ہزار سال کا تھا۔

پس رفرف نے ان سب حجابوں کو طے کر کے پہرہ دارانِ عرشِ علیٰ پہنچایا جہاں ستر ہزار پردے نظر آتے اور ہر پردے کے ستر ہزار سلسلے اور ہر سلسلے کو ستر ہزار فرشتے اپنی گردنوں پر اٹھائے ہوئے تھے اور بزرگی ہر فرشتے کی اتنی تھی کہ ایک کندھے سے دوسرے کندھے تک ہزار سالہ راہ تھی۔ حضرت نے ان پردوں کو بھی طے کیا یہاں تک کہ مجھ میں اور عرش میں ایک پردہ رہ گیا اور رفرف غائب ہو گیا اور ایک جانور مثل گھوڑے کے کہ جس کے منہ سے مروارید کا نورانی دانہ ٹپکتا ہوا نظر آیا اور مجھے اٹھا کر ساقِ عرش تک پہنچایا۔ جب حجابِ کبریا تک پہنچا وہ بھی غائب ہو گیا اور میں اکیلا رہ گیا۔ خوف طاری ہو گیا اور پروردگارِ عالم کے حضور میں سجدہ تحیتہ

جو حضرت کے یار خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مشابہ تھی قِفْ یَا مُحَمَّدُ فَاِنَّ رَبَّكَ یُصَلِّیْ ــــــ " اے محمد ٹھہر جائیے کیونکہ آپ کا رب صلوٰۃ پڑھتا ہے "۔ اس کے سننے سے آپ کے دل سے خوف و دہشت کی حالت دور ہو گئی جو احکم الحاکمین کے حضور میں حاضر ہونیوالے خاص اور مقرب بندہ کے پاک اور معصوم دل پر ظاہر ہوئی تھی اور آپ اس سوچ میں پڑ گئے کہ یہاں ابوبکر کی آواز کہاں سے آئی ہے اور پروردگار عالم بے نیاز کا صلوٰۃ پڑھنا کیسا؟ آپ وہاں رکے سہ

رُکے شہ تو پردہ سے آواز آئی

کہ پردے میں آ تجھ سے پردہ نہیں ہے

عرشِ اعظم کے بالکل پہنچ گئے۔ جس وقت آپ نے عرشِ اعظم پر جانے کا ارادہ کیا تو آپ کو موسٰے علیہ السلام کے کوہِ طور پر جانے کا قصہ یاد آیا کہ ان کو جوتا اتار دینے کا حکم ملا تھا، یہاں مجھے اپنی نعلین کو اتار دینا چاہیئے۔ ابھی حضور علیہ السلام نے اس ارادہ پر عمل نہیں فرمایا کہ آواز آئی اے محمد! اپنی نعلین پہنے ہی اسی طرح چلے آئیے سہ

کہا خدا نے قریب آ حبیب میرے

یہ وہ جگہ ہے جہاں پہ کوئی حجاب نہیں!

حضرت موسٰی علیہ السلام کے واقعہ کو یاد نہ فرمائیے ان کو جوتا اتارنے کا حکم اس واسطے ہوا تھا کہ وہ مقام پاک تھا اور وہاں کی مٹی کا ان کے پاؤں کو لگ جانا ان کی توقیر و عزت کا سبب تھا اور آپ کی نعلین سے عرش کو شرف

حاصل ہو گا لہذا اس کی عزت ہو گی۔ آپ نے عرشِ عُلیٰ پر جلوہ گر ہوتے ہی سب سے پہلے اظہارِ عبدیت کے لئے سجدۂ تحیۃ کیا اور گنہ گار امت کی بخشش کی درخواست کی اور اللہ تعالٰے نے ارشاد فرمایا وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى۔

حدیثِ مبارک میں وارد ہے کہ اس قربِ اتم کی حالت میں دستِ قدرت حضور علیہ السلام کے سینۂ مبارک پر پہنچا جس سے آپ کو کلی فرحت حاصل ہوئی اور اس کے پہنچتے ہی آپ نے اس کی ٹھنڈک محسوس کی۔ سبحان اللہ! محبوب کا سینہ بے کینہ ہوا۔ خالقِ ارض و سما کا دستِ بے مثل کہو، اس کا اثر تو محبوبِ خدا ہی جانے مگر فرمایا علومِ اولین و آخرین بے حجاب ہو گئے۔ وہ درجہ اور مقام حاصل ہوا جو نہ کسی نبی اور رسول کو اور نہ ملائکہ کو حاصل ہوا۔ تمام تجلیاتِ جلالی و جمالی نے حضور پر نور پر محیط ہو کر فرقِ دوئی مٹا دیا اور حضور کو شنید سے دید اور علم الیقین تک کہ حدِ عین الیقین ہے حق الیقین کا مشاہدہ حاصل ہوا ؎

معراج میں بلایا خدا نے انہیں جہاں
واللہ اس جگہ پہ کسی کا گذر نہیں

تمام حجاباتِ نورانی اٹھ چکے تھے اور حضور علیہ السلام بھی ستر ہزار پردے اٹھا چکے تھے دونوں طرف پردے اٹھ گئے آج لقائے حبیب بے نقاب ہونے والی تھی ؎

گذر مقامِ دنیٰ پر جو مصطفٰے کا ہوا!
تو اُدْنُ مِنّی کی آتی تھی ہر قدم پہ صدا

قدم میں آپ کے تیزی تھی برق سے بھی سوا
بڑھے حضور یہاں تک کہ فاصلہ نہ رہا
مقامِ قرب میں پہنچے تو خود خدا نے کہا
یہ لامکاں کے نظارے سلام کہتے ہیں!

ثُمَّ دَنیٰ کی منزل آئی، فَتَدَلّٰی کا مقام گذر گیا وَ کَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ تک پہنچے اور اَوْ اَدْنیٰ (بالکل قریب) کے خلوت خانہ میں باریاب ہوئے۔

خدائے برتر و بالا کی حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بے حجاب و بے پردہ زیارت کی۔ انوار و تجلیاتِ ربانی کا مشاہدہ کیا۔ پروردگار عالم نے صرف ایک ہی آنکھ پیدا کی جو پروردگارِ عالم کو بغیر حجاب و نقاب دیکھ سکے اور وہ جناب مصطفٰے علیہ التحیۃ والثناء کی چشمِ حق ہی ہے ؎

ابن یعقوب کو اللہ نے صورت بخشی
اور عیسٰی کو مسیحائی کی دولت بخشی
ہر نبی کو کوئی عزت کوئی عظمت بخشی
میری سرکار کو بے پردہ زیارت بخشی

ہر نبی نے دیدار کی آرزو کی مگر ان کے درجہ و مرتبہ کے مطابق ان سے کلام اور خطاب ہوتا رہا ؎

ہر یکے بقدرِ خویش بجائے رسیدہ است
آنجا کہ جائے نیست تو آنجا رسیدۂ

خالقِ ہر دو جہاں کو آنکھ سے دیکھا اور اس کے کلام کو بے واسطہ

کان سے سنا۔

اگر یہ کہا جائے کہ یہ مقام ایک مکتب اور مدرسہ تھا جہاں استاد بھی نرالا، شاگرد بھی اعلیٰ اور سبق بھی راز و اسرار والا۔ کسی نے ایسا مدرسہ دیکھا جہاں پر خدا تعالےٰ پڑھانے والا ہو اور رسولوں کے رسول، نبیوں میں مقبول، سیدِ مخلوق جنابِ محمد علیہ التحیۃ والثناء پڑھنے والے ہوں ؎

لکھے نہ پڑھے جنابِ والا
شاگردِ رشید حق تعالےٰ

خدا تعالےٰ نے اپنے محبوب کو آن کی آن میں ایسا سبق پڑھایا کہ باقی تمام مخلوق قیامت تک بھی پڑھتی رہے اور علم و سبق کو بیان کرتی رہے پھر بھی اس کی تہ تک نہیں پہنچ سکتی اور بالآخر زبان پر یہی ہوگا ؎

چوں در مکتبِ بے نشانے رسید
چہ گویم کہ آنجا چہ دید و شنید

خدا تعالےٰ نے اپنے محبوب کو ما کان و ما یکون کا علم سکھایا اور کیا کیا سکھایا۔ میں کیا بیان کروں مجھ میں طاقت ہی نہیں۔ بلکہ اللہ تعالےٰ نے خود ارشاد فرمایا اور لوگو سنو، میرے محبوب کے علم میں طعنہ زنی کرنے والو، اپنے علم پر ناز کرنے والو، علم پڑھ پڑھ کر مرے محبوب کے علم پر نوک و جھوک کرنے والو، اور غضب کر دیا ذرا دیوبندی عقیدہ تو دیکھو، امتی ہو کر یہ بات کہتے ہوئے شرم نہ آئی! کس طرح آقا و مولا کی شان گھٹائی، "براہینِ قاطعہ" میں لکھا ہے کہ محبوبِ خدا نے اردو زبان دیوبندیوں سے سیکھی،

عبارت ملاحظہ ہو :۔

"ایک صالح فخرِ دو عالم کی زیارت سے مشرف ہوئے تو آپ کو اردو زبان میں کلام کرتے دیکھا تو عرض کیا آپ کو یہ کلام کیونکر آگئی ؟ فرمایا جب سے علمائے دیوبند سے ہمارا معاملہ ہوا ہے ہم کو یہ زبان آگئی۔ سبحان اللہ! اس سے رتبہ اس مدرسے کا ظاہر ہوا"

نعوذ باللہ! ہزار بار نعوذ باللہ! او عقل کے دشمنوں! سید المرسلین کی شان گھٹتی تو گھٹ جائے لیکن مدرسے کی شان نہ گھٹے، اس ایمان پہ دلوے ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب کہا ہے ؎

عجم ہنوز نہ داند رموزِ دیں ورنہ
زِ دیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی ست
بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نہ رسیدی تمام بولہبی ست

ارے دیوبندیو! تم تو وسیلہ ہی کے منکر ہو۔ ذریعہ، واسطہ تمہارے ہاں حرام، کسی سے مدد لینی تمہارے ہاں شرک و کفر، تمہیں تو انبیاء و اولیاء سے کوئی وسیلہ اور واسطہ نہ ہو، اگر نبی، ولی کا نام لے لے، ان کے وسیلے سے کوئی چیز مانگے تو فوراً کفر و شرک کی مہر چسپاں ہو جائے لیکن آج شرم نہ آئی یہ کہتے ہوئے کہ نبی کو تمہارے وسیلہ و ذریعہ سے زبان آگئی؟ ذرا اس فقرہ کو پڑھو "جب سے علمائے دیوبند سے ہمارا معاملہ ہوا ہم کو یہ زبان آگئی"، شرم! شرم! شرم! کہ سردارِ انبیاء نے زبان اردو کیسے سیکھی!

علمائے دیوبند کے وسیلہ سے! ذرا خدا کا خوف کرو اور ایسے الفاظِ تنفیحر سے توبہ کرو ع عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے

خدا سے سب کچھ سیکھنے والا اردو زبان تم سے سیکھے۔ خدا تعالےٰ نے تو ان کو وہ علم سکھایا کہ ملائکہ بھی اس سے بے خبر ہیں۔ تمہیں ایک زبان پر ناز ہے اللہ تعالیٰ نے تو اپنے محبوب کو تمام زبانیں اور تمام زبانیں اور ہر ایک چیز کا علم سکھا دیا اور ارشاد فرمایا عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ الآیۃ " اے محبوب! جو ابھی تک آپ نہ جانتے تھے اور دنیا و اہلِ دنیا اس سے ناواقف وانجان تھے ہم نے سب کچھ آپ کو سکھا دیا۔

ذرا غور سے سنو، محبوبِ خدا مقامِ او ادنیٰ پر فائز ہوئے تو پروردگار عالم نے کیا کیا راز و نیاز کی گفتگو فرمائی۔ اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ " اے لوگو! ہم نے اپنے محبوب کے ساتھ بڑے راز و نیاز کی باتیں کیں وہ گفتگو محب جانے یا محبوب تمہیں کیا! ؎

نہ فاصلہ نہ جہت نے حجاب نے پردہ
تمہارے قرب کا عالیجناب کیا کہنا

؎ جو دیکھا نہ تھا وہ دکھا دیا، جو سنا نہ تھا سنا دیا
تری ہر ادا پہ ہے جاں فدا مجھے ہر ادا نے مزہ دیا

پڑے ہوئے تھے ہزار پردے کلیم دیکھو تو جب بھی غش تھی
میں صدقے ان کے جس نے یہ جلوہ یوں بے حجاب دیکھا

حضور علیہ السلام کی عظمت کا کیا کہنا! ؎

نبی پاک سے کیں حق نے راز کی باتیں

سنی بٹھا کے محبت سے ناز کی باتیں

تمام کہہ دیں نشیب فراز کی باتیں

ریاضؔ پوچھ نہ تو بے نیاز کی باتیں

بس ایک بات پہ تھیں ختم ناز کی باتیں

سنو کہ ہم تمہیں پیارے سلام کہتے ہیں

آپ نے مولا کریم سے عرض کی کہ یہاں میرے صدیق کی آواز کہاں سے آئی اور تیری بے نیاز ذات کی صلوٰۃ کیسی؟ جواب ملا کہ جو آواز آپ کو صدیق کی سی معلوم ہوئی وہ ایک فرشتے کی آواز تھی جس نے میرے حکم سے محض اس لئے کہ آپ کے دل سے گھبراہٹ اور خوف دور ہو جاتے پکارا تھا جس طرح کہ ہم نے حضرتِ موسٰی علیہ السلام سے کوہِ طور پر بوقتِ مکالمہ سوال کیا تھا جب وہ بھی خوف وہراس میں کانپ رہے تھے وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى کا خطاب کیا" اے موسٰے تیرے داہنے ہاتھ میں کیا تھا؟ " اس سوال سے ان کا خوف رفع ہو گیا ۔ اور میری صلوٰۃ سے مراد یہ تھی کہ اس وقت میری خاص رحمت آپ اور آپ کی امت پر نازل ہو رہی تھی۔

علماء کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ صلوٰۃ کی نسبت اگر اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو معنی رحمت کے ہیں اور اگر ملائکہ کی طرف ہو تو تحمید و تقدیس اور اگر بندوں کی طرف ہو تو استغفار مراد ہے ۔

فرمایا اے میرے محبوب! میری رحمت آپ کا استقبال کر رہی تھی اور اسے

مرے محبوب! کیا آپ جبریل علیہ السلام کی درخواست پیش نہ کرو گے جس کا آپ نے اس سے وعدہ فرمایا تھا۔ میں نے آپ کے خیال پر اس کی آرزو قبول فرمائی ہے مگر صرف ان کے لئے جو صدقِ دل سے آپ کی پیروی کریں گے اور آپ سے محبت رکھیں گے۔ پھر جو جو کلام رب العزت کو منظور تھا اپنے محبوب پاک رحمۃ للعالمین سے کیا اور اپنا دستِ قدرت سینۂ گنجینہ پر رکھ کر علوم اولین و آخرین بخش دیئے۔ بعض علوم ایسے تھے جس کا سننا عوام کے لئے محال تھا ان کے اخفار کا حکم فرمایا اور خواتیم سورۂ بقرہ عنایت فرما کر ارشاد فرمایا کہ اے محبوب قاعدہ ہے کہ دوست دوسرے دوست سے بلا تحائف نہیں ملا کرتا۔ آپ اتنی دور سے تشریف لائے ہیں میرے حضور میں کیا تحفہ لائے ہو؟

تنبیہ

یہ قاعدہ ہے کہ جب کوئی سفیر یا درباری کسی دوسرے ملک یا بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوتا ہے تو اپنے ملک یا اپنی پسندیدہ چیز جسے وہ قیمتی تصور کرتا ہے عرضِ خدمت کرتا ہے۔ مولانا روم نے دفترِ اول میں بھی اسے خوب دل کھول کر تحریر فرمایا کہ ایک آدمی جس کے گاؤں میں پانی گراں تھا وہ جب بادشاہ کو ملنے گیا تو پانی کا گھڑا لیتا گیا۔ بادشاہ اس کی حیثیت و اہمیت سمجھ گیا اور اسے انعام و اکرام سے نوازا حالانکہ بادشاہ کو اس پانی کی کیا ضرورت تھی؟ اس کے پاس صاف پانی کی نہریں بہتی تھیں۔

اسی طرح کسی بادشاہ کے موتی یا کوئی خاص عطیہ معمولی حیثیت رکھتا ہے

لیکن پھر بھی وہ خوش ہو جاتا ہے۔ اور جو کوئی تحفہ تحائف نہ لائے اس پر نظرِ خاص نہیں پڑتی۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ تحفہ لانے والے کی بادشاہ کے دل میں اس لئے عزت ہو جاتی ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ اس کے دل میں میری طرف کچھ عزت و عظمت تھی جو یہ تحفہ لایا اس لئے مجھے اس کو انعام واکرام دینا چاہیئے یہی سبب ہے کہ جب ہم کسی ولی یا کسی عالم کے پاس جاتے ہیں پھول تو مزار مبارک پر ڈال دیتے ہیں اور پھل غریبوں میں تقسیم کر دیتے ہیں۔

پھول چڑھانے کے دو فائدے ہیں ایک تو بزرگ کے لئے تحفہ ہو گیا دوسرے اس کی خوشبو زائرین کے لئے فرحت و نفاست کا سبب ہوتی ہے اور حدیثِ مبارک میں ہے کہ جب تک کوئی پتہ خشک نہ ہو وہ تسبیح کہتا ہے جس سے اہلِ قبر کو فائدہ پہنچتا ہے۔ اب بتاؤ کہ پھول چڑھانے میں کون سی بدعت ہے؟ بلکہ حدیثِ مبارک میں اس کا ثبوت ہے۔ اس کی تفصیل کی ضرورت نہیں، بتانا یہ ہے کہ جب کسی کے گھر جانا ہو کہ جب کسی کے گھر جانا ہو تو اپنی حیثیت کے مطابق تحفہ لے کر جانا چاہیئے۔

پروردگارِ عالم نے ارشاد فرمایا اے میرے محبوب میرے لئے کیا تحفہ لائے ہو؟ عرض کی اے میرے معبودِ حقیقی! عجز وانکساری اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ " الٰہی بدن کی ساری عبادتیں، مال کی ساری عبادتیں، دل و زبان میری اور میری امت کی ساری عبادتیں آج تیری نظر کرتا ہوں، یہی تیرے لئے تحفہ لایا ہوں!

نکتہ:۔ تحیات، صلوات، طیبات کو علی الترتیب اس واسطے بیان

بیان کیا گیا کہ جب کوئی دربارِ شاہی میں جاتا ہے پہلے سلام کرتا ہے پھر مدح وثنا بجالاتا ہے بعد ازاں با ادب خدمتِ شاہی میں کھڑا ہوتا ہے اور نذر و تحائف پیش کرتا ہے جب حضور علیہ السلام مالکِ حقیقی خداوندِ ازلی کا اس طرح بجا لائے تب حق تعالےٰ اپنے محبوب کو تین ہی خلعتیں عطا فرمائیں۔ خلعتِ سلام بمقابلہ التحیات۔ خلعتِ رحمت بمقابلہ الصلوات، خلعتِ برکت بمقابلہ الطیبات یعنی ارشاد ہوا اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ، "سلامتی ہو تم پر اے نبی! اللہ تعالےٰ سلامت رکھے سب آفتوں سے اور تمہارا محافظ و نگہبان ہو اور تم پر اللہ تعالےٰ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں جب حضور علیہ السلام نے اپنے حال پر یہ نوازش و اکرام خداوند ذوالجلال والاکرام دیکھا گنہگار امت یاد آگئی فوراً اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِیْنَ ہ فرمایا یعنی ہم پر اور نیک بندوں پر بھی سلام ہو۔ غور تو کرو صالحین امت کو اللہ تعالےٰ کے روبرو ظاہر فرمایا اور ہم گنہ گاروں کو اپنے دامنِ رحمت یعنی ضمیر جمع متکلم میں چھپایا۔ عرض کی اے مولا تیرا بے انتہا سلام اور شمار میں نہ آنے والی برکتیں مجھ اکیلے پر ہی نہ ہوں بلکہ میری گنہ گار اور قابلِ مغفرت امت اور تیرے نیک بندوں پر بھی ہوں جن کو اپنے دامن سے وابستہ کئے ہوئے دنیا پر چھوڑ آیا ہوں۔ جب اس اخلاقِ کریمانہ کے پرتو سے کروبیاں و مقربانِ بارگاہ نے رازداری پکڑی کہ ایسے وقت میں بھی یہ نبی رحیم و کریم اپنے گنہ گار امتیوں کو نہیں بھولے تو یک زبان بول اٹھے اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ

اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ یعنی ہم سب فرشتے خدا کی الوہیت و وحدانیت اور آپ کی بندگی و رسالت کی گواہی دیتے ہیں لہذا آپ کے ظہور سے زمین و زمان میں مشرق سے مغرب تک اطراف و اکنافِ عالم میں غلغلہ نبوت و دبدبۂ رسالت پڑ گیا ہے نقارۂ فتوت اور کوسِ جلالت بجنے لگے اور چار دانگِ عالم میں پروردگار عالم کی الوہیت و ربوبیت کے ڈنکے بجنے لگے۔ خانہ کعبہ جہاں بتوں کی پرستش کی جاتی تھی ان کو چور چور کر کے باہر نکالا۔ خانہ کعبہ کو اس نجاستِ غلیظہ سے ایسا پاک کیا کہ اب قیامت تک اس میں سوائے خدا تعالے کی دوسرے کی عبادت نہیں ہو سکتی ہے

آنجا کہ بود نعرۂ فریادِ مشرکاں
اکنوں خروشِ نغمۂ اللہ اکبر است

یہاں یہ بھی نقل قابلِ یاد داشت ہے کہ رب العزت نے اپنے محبوب کو فرمایا کہ جب کوئی سفر سے اپنے گھر سے مراجعت کرتا ہے تو کچھ تحائف دوستوں اور عزیزوں کے لئے لے جاتا ہے۔ آپ بھی یہ میرا اپنا اور ملائکہ کا کلام لے جائیے تاکہ امتِ جناب نماز میں پڑھ کر مشرف بسعادت ابدی ہو۔ اسی وجہ سے نماز میں سب التحیات پڑھنے کا حکم ہوا ہے تاکہ یہ راز اہلِ فہم پر روشن ہو جائے کہ حضور علیہ السلام نے "اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ" ۔ نماز مومنین کے لئے معراج ہے "۔ کیوں ارشاد فرمایا؟ اس لئے کہ واقعہ معراج کی یاد تازہ کر لیجائے

ہر نماز میں بحالتِ قعود یعنی بیٹھ کر پوری التحیات سے آخر تک پڑھی جائے تاکہ کسی دل سے یہ طالب و مطلوب کا مکالمہ اور واقعہ معراج کبھی فراموش نہ ہو اور جس طرح آپ خدا تعالے کو دیکھ رہے تھے نماز پڑھنے والے کے لئے بھی یہ حکم کَاَنَّكَ تَرَاهُ وہ اسی طرح خیال کرے گویا کہ وہ خدا کو دیکھ رہا ہے فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ اگر وہ اسطرح نماز نہیں پڑھ رہا کہ وہ خدا کو دیکھ رہا ہے تو کم از کم یہ خیال کرے کہ خدا اسے دیکھ رہا ہے ، یہ ہے ہر مومن کے لئے معراجِ روحانی اور پیشِ نظر یہ نقشہ رکھے کہ حضور علیہ السلام خدا کے حضور میں مکالمہ فرما رہے ہیں ، یہاں معراجِ روحانی کے قائلین کی دھجیاں اڑتی ہوئی نظر آئیں اس لئے کہ ہر نمازی اگر صدقِ دل سے نماز پڑھے دن میں پانچ مرتبہ معراجِ روحانی کرتا ہے ۔ پھر آپ بتائیں کہ معراج امتی اور معراج نبی الانبیاء علیہم السلام کو معراجِ جسمانی ہوا ۔ غرضیکہ ایک ایک لفظ اور ایک ایک حرکت سے معراجِ جسمانی کے دلائل اظہر من الشمس ہیں ۔

الغرض حق تعالے نے آپ کی نذر قبول فرما کر ارشاد فرمایا مانگو کیا مانگتے ہو ؟ عرض کیا اتَّخَذْتَ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا ، سنت اللہ یہ ہے کہ رب العزت جل مجدہ اپنے بعض مقرب و محترم پیغمبروں کو آغازِ نبوت کے کسی خاص وقت اور مخصوص ساعت میں اپنے عجائبِ قدرت اور غرائب السموات والارض کا مشاہدہ کراتا ہے اور اس وقت شرائط رؤیت کے تمام مادی پردے اور اسبابِ سماعت کے تمام دنیاوی قوانین

ان کے لئے منسوخ ہو جاتے ہیں اور زمین و آسمان کے خفیہ مناظر و عجائب و غرائب بے حجابانہ اس کے سامنے آجاتے ہیں مقدس نبی نور کا حلّہ پہن کر بارگاہِ ایزدی میں پیش ہوتے ہیں اور اپنے درجہ و رتبہ کے مناسب مقام پر کھڑے ہو کر ربانی فیوض و برکات حاصل کرتے ہیں رخطباتِ جلیلہ و عنایاتِ عظیمہ سے نوازے جاتے ہیں رحضرتِ آدم علیہ السلام کو جنت میں معراج ہوئی۔ اور منصبِ جلیلہ یہ عطا فرمایا کہ مسجودِ ملائکہ بنایا۔ تمام فرشتوں نے انکی نبوت و عظمت کا اقرار کیا۔ پروردگارِ عالم نے حضرتِ آدم علیہ السلام کو یہ تحفہ عطا فرمایا عَلَّمَ الْاَسْمَاءَ کُلَّهَا "آپ کو تمام چیزوں کے نام سکھائے رجب سیدنا ابراہیم علیہ السلام منصبِ نبوت پر فائز ہوئے تو اللہ تعالےٰ نے انہیں زمین و آسمان کے خفیہ مناظر کا مشاہدہ کرایا اور فرمایا کَذٰلِكَ نُرِيْ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ہم نے ابراہیم کو ملکوت السمٰوات والارض کا مشاہدہ کرایا۔ جناب خلیل علیہ السلام کا آسمان و زمین کے اسرار کا مشاہدہ کرنا یہی ان کی معراج تھی مگر ابراہیم علیہ السلام کے اس مشاہدۂ عینی سے یہ بات آفتابِ نیمروز کیطرح ظاہر ہو جاتی ہے کہ جہاں ابراہیم علیہ السلام کی نظر پہنچتی ہے، وہاں شبِ معراج نبی علیہ السلام کے قدم پہنچتے ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے آخری منزل تھی وہ حضور علیہ السلام کے لئے مقامِ اول تھا۔ آتشِ نمرودی ان کے لئے جنت بن گئی اور اتَّخَذْتَ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا " اے پروردگارِ عالم تو نے ابراہیم

کو خلیل فرمایا، خلت کا مرتبہ عطا کیا مجھے بھی کوئی مرتبہ عطا فرماد سے ارشاد ہوا اِتَّخَذْتُکَ خَلِیْلاً وَّ حَبِیْبًاہ تمہیں رتبہ خلیل کا بھی دیا اور ساتھ ساتھ مرتبہ حبیب کا بھی عطا کیا، تو میرا خلیل بھی ہے اور حبیب بھی ہے۔

اسی طرح کوہِ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جلوۂ حق کا پر تو دیکھا ایزد متعال کی تجلیات کا مشاہدہ کیا یہی ان کے مناسب حال رویت اور معراج تھی مگر طور کا مشاہدہ ہمیں یہ بتاتا ہے کہ کلیم اللہ، اللہ کی آسان سی تجلی کو برداشت نہ کر سکے اور بیہوش ہو گئے، کوہِ طور ربانی کرنوں کی تاب نہ لا سکا اور جل کر خاکستر ہو گیا مگر ہمارے رسول محترم نبی معظم علیہ التحیۃ والثناء حریم خلوت گاہِ قدس میں پہنچے، عینِ ذات کو بے حجاب دیکھا اور بجال تبسم جمالِ ایزدی کا نظارہ کیا چنانچہ ارشاد فرمایا کَلَّمْتُہٗ فَوْقَ الطُّوْرِ وَکَلَّمْنَا عَلٰی بِسَاطِ النُّوْرِ ہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے طور پر کلام کیا اور اے محبوب تم سے عرش پر اپنے حضور میں کلام کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک تجلی سے بیہوش ہو گئے لیکن حضور علیہ السلام نے دیدار کیا اور ایسا کیا کہ مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی رب کے دیکھنے میں ایک پلک بھی تو نہیں جھپکی (قرآن) ہ

موسیٰ زہوش رفت بہ یک پرتوِ صفات
توعینِ ذات مے نگری و در تبسمی

اللہ اکبر! جناب کلیم ذاتِ باری تعالیٰ کے مشاہدہ کی التجا کرتے ہیں اور سماتِ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْکَ کی صدائے دلنواز دربارِ خداوندی تک پہنچاتے ہیں مگر جواب لَنْ تَرَانِیْ ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے موسیٰ ہم تو

دکھاتے ہیں مگر تم ہمیں نہ دیکھ سکو گے کیونکہ بے حجاب و بے نقاب دیکھنے کی استعدا اور قابلیت تو صرف ایک ہی مقدس اور نورانی آنکھ میں ہے اور وہ آنکھ ہے سید المرسلین ، خاتم النبیین علیہ السلام کی ۔ جو مجھے بے حجاب دیکھ سکتی ہے ،

سبحان اللہ! وہاں تو یہ بے نیازی ہے کہ جواب لَنْ تَرَانِی ملتا ہے اور یہاں وہی لن ترانی فرمانے والا بے نیاز خود مشتاق ہے ۔

تبارک اللہ شان تیری تجھی کو زیبا ہے بے نیازی

کہیں تو وہ جوشِ لَنْ تَرَانِی کہیں تقاضے وصال کے تھے

حضرتِ اسماعیل علیہ السلام کو بوقتِ ذبح چھری کے نیچے معراج ہوئی بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ کا خطاب ملا ۔ حضرتِ یوسف علیہ السلام کو چاہ کنعان میں ، حضرتِ یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ میں ، حضرتِ ادریس علیہ السلام کو جنت کے اردگرد ، حضرتِ ایوب علیہ السلام کو گھربار لٹانے کے بعد جبکہ سارا جسم گل چکا تھا اور کیڑے ہی کیڑے نظر آتے تھے ، یہ ہے شجاعت و صبر کہ جب کوئی کیڑا نیچے گر جاتا تو اٹھا کر جسم پہ رکھ لیتے اور فرماتے تیری خوراک تو میرا جسم ہے اور تو نیچے گرتا ہے ۔ یہی ان کے لئے معراج تھی اور یہی امتحان ، غرضیکہ کسی نبی کا آرے سے جسم کاٹا جا رہا ہے اور معراج ہو رہا ہے ، کسی کو قتل کیا جا رہا ہے اور معراج ہو رہا ہے ۔ حضرتِ عیسٰی علیہ السلام کو چوتھے آسمان پر معراج ہوئی ۔

بالآخر عرض کی الٰہی تو نے حضرتِ داؤد علیہ السلام کو ملکِ عظیم عطا کیا لوہے کو ان کے ہاتھوں میں موم سا نرم کیا ۔ ارشاد ہوا داؤد کو بڑا ملک دیا اور

تم کو بڑی نبوت عطا کی ، ان کے ہاتھ میں لوہا نرم کیا ، آپ کے لئے دلوں کو نرم کیا ، الٰہی تو نے سلیمان علیہ السلام کو بڑا ملک دیا ، ہوا کو تابع کیا ، جنات کو مطیع کیا ، ارشاد ہوا تمہارا ذکر زمین و آسمان میں بلند کیا وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ "ہم نے تمہارے ذکر کو بلند کیا" إِذَا ذُكِرْتُ ذُكِرْتَ مَعِي "جہاں میرا ذکر ہوگا وہاں تیرا بھی ذکر ہوگا"۔

اللہ ! اللہ ! بموجب فرمانِ خدا حضور کے ذکر کو ایسی بلندی اور رفعت حاصل ہوئی کہ کلمہ طیبہ میں جہاں توحید کا بیان ہے وہاں ساتھ ہی رسالتِ مصطفےٰ کا بھی اعلان ہے۔ موذن کی اذانوں میں ، خطیب کے خطبوں میں ، اور واعظ کے بیان میں ذکرِ خدا کے ساتھ ساتھ ذکرِ مصطفےٰ موجود و شامل ہے۔ پھر ذکرِ مصطفےٰ کو یہ عروج حاصل کہ جہاں نامِ خدا مکتوب وہیں اسمِ مصطفیٰ بھی مکتوب عرش و فرش ، زمین و آسمان ، حور و غلمان ، جنان ، ما فی الجنان ، اوراقِ شجرۂ طوبیٰ ، اوراق سدرۃ المنتہیٰ ، فرشتوں کی آنکھوں کی پتلیوں پر سب پر حضور علیہ السلام کا نام نامی اسمِ گرامی کندہ ہے ۔ چنانچہ احادیث کی شہادت ملاحظہ فرمائیے قَالَ اللّٰهُ إِذَا ذُكِرْتُ ذُكِرْتَ مَعِي اللہ تعالےٰ نے فرمایا جہاں میرا ذکر ہوگا وہاں تیرا ذکر بھی ہوگا ۔

چنانچہ حضور علیہ السلام نے فرمایا كَمَا عُرِجَ بِي إِلَى السَّمَاءِ بِالسَّمَاءِ إِلَّا وَجَدْتُ إِسْمِي مَكْتُوبًا مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ شب معراج میں نے آسمان پر اپنا نام محمد رسول اللہ لکھا پایا ۔

قرآن و احادیث سے یہ ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام خدا تو بلا شک و شبہ

نہیں مگر خدا سے جدا بھی نہیں ہیں ؎

تم ذاتِ خدا سے نہ جدا ہو نہ خدا ہو
اللہ کو معلوم ہے کیا جانئے کیا ہو

ذکرِ مصطفےٰ کو وہ عروج و رفعت حاصل ہے کہ بجز اس کے ذکر کے ذکرِ خدا پایا ہی نہیں جاتا اور وہ ذکر ذکرِ خدا ہی نہیں جو ذکرِ مصطفےٰ سے الگ ہو ؎

ذکرِ خدا جو ان سے جدا چاہو نجدیو
واللہ ذکرِ حق نہیں کنجی سقر کی ہے

میاں حسن کا شعر ہے ؎

اذان کیا جہاں دیکھو ایمان والو
پس ذکرِ حق ذکر ہے مصطفےٰ کا

یعنی نہ صرف اذان بلکہ ہر مقام پر ذکرِ خدا کے بعد ذکرِ مصطفےٰ موجود ہے مگر اس کی وجہ کیا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے محبوب کا ذکر اپنے سے پیچھے رکھا یعنی لا الٰہ الا اللہ ہے اور محمد رسول اللہ پیچھے ہے کہ اپنے ذکر سے اپنے محبوب کے نام کو مؤخر کیوں کیا؟ اس کا جواب ملاحظہ ہو ؎

کہ پہلے زباں حمد سے پاک ہو لے
تو پھر نام لے وہ حبیبِ خدا کا

سبحان اللہ! کیا ہی ایمان افروز اور لطیف بات پیدا کی کہ محبتِ ازلی خداوندِ کریم کا یہ اپنے محبوب سے پیار کا نتیجہ ہے کہ اپنے محبوب پاک کے نام کو اپنے نام کے بعد رکھا تاکہ جو اس کے محبوب کا نام لینا چاہے وہ پہلے

ذکرِ توحید سے اپنی زبان پاک اور ستھری کر لے پھر اس کے محبوب کا نام لے سے

ہزار بار بشویم دہن ز مشک و گلاب

ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی ست

اور آپ کو عرش کے خزانوں سے بڑا خزانہ سورۂ فاتحہ، سورۂ بقرہ کا خاتمہ از آمَنَ الرَّسُوْلُ و تا آخر آیۃ الکرسی عطا کیا۔ الٰہی تو نے حضرتِ عیسٰے علیہ السلام کو انجیل تعلیم فرمائی۔ اندھوں، جذامیوں اور مردوں کو اچھا کرنا عطا کیا۔ ارشاد ہوا کہ تم کو رحمۃ للعالمین، تمہاری امت کو بہترین امت کیا، آپ کو شفاعت کا منصب دیا۔ ام الکتاب قرآن مجید آپ کو دیا۔ آپ کی امت کے سینوں میں رکھا۔

پروردگارِ عالم نے اپنے محبوب سے کیا راز کی بات کی فَاَوْحٰۤی اِلٰی عَبْدِہٖ مَاۤ اَوْحٰی وہ تو اللہ جانے یا اللہ کا محبوب جانے، ہمیں تو جو کچھ معلوم تھا جہاں تک انسان کی طاقت ہے کل بیان کردی۔ ورنہ ذکر کیا یہ تو مشتے از خروارے ہے اس بحرِ بیکراں کا عشرِ عشیر بھی نہیں۔

ع چہ گویم آنچہ دیدہ و شنید

"کیا بیان کروں کیا دیکھا اور کیا سنا"

امام ثعلبی فرماتے ہیں کہ مضمونِ وحی یہ تھا اِنَّ الْجَنَّةَ حَرَامٌ عَلَی الْاَنْبِیَاءِ حَتّٰی تَدْخُلَهَا وَعَلَی الْاُمَمِ حَتّٰی تَدْخُلَهَا اُمَّتُكَ "بہشت تمام پیغمبروں پر حرام ہے جب تک کہ تم اس میں نہ جاؤ گے اور سب امتوں پر حرام ہے جب تک تمہاری امت اس میں داخل نہ ہوگی۔

اور بقول امام قشیری مضمونِ وحی یہ تھا قَبَضْتُكَ بِحَوْضِ الْكَوْثَرِ فَكُلُّ اَهْلِ الْجَنَّةِ اَضْيَافُكَ بِالْمَاءِ وَلَهُمُ الْخَمْرُ وَاللَّبَنُ وَالْعَسَلُ " میں نے تمہیں کوثر دیا اس دن تمام جنتی آپ کے مہمان ہوں گے پانی، شراب، دودھ اور شہد ان کی مہمان نوازی کے لئے ہے۔

بعض نے لکھا ہے۔ ۱۔ اے نبی! ہم نے تمہاری امت کے گناہوں کو دیکھا پھر سوائے بخشنے کے اور کچھ تمہاری امت کے حق میں مناسب نہ جانا

۲۔ حضور علیہ السلام نے عرض کی کہ الٰہی بروزِ قیامت میری امت کا حساب میرے سپرد کیا جائے تاکہ غیر ان کے عیبوں پر مطلع نہ ہوں، جواب ملا کہ تمہاری امت کے عیوب دوسروں کو نہیں دکھائے جائیں گے مگر اے نبی ہم تمہاری امت کے عیوب تم کو بھی دکھانا نہیں چاہتے۔

۳۔ خطاب ہوا مجھے تیری امت کو بخش دینا منظور ہے۔ اگر ہم آپ کی امت کو ہمکلامی سے مشرف نہ کرنا چاہتے تب قیامت کے دن ان سے حساب مطلق نہ لیتے، انہیں حساب کی تکلیف نہ دیتے۔ اب قیامت کا دن ان کے لئے باعثِ عذاب نہیں بلکہ باعثِ رحمت ہو گا۔

۴۔ اے نبی! اگلی امتوں نے میری نافرمانی کی، میں نے ان پر عذاب بھیجا کسی کو غرق کیا، کسی پر پتھر برسائے، کسی کو مسخ کیا مگر آپ کی امت گناہ کرے گی ہم آپ کے طفیل ان پر رحمت نازل کریں گے۔ سچ ہے وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ جہان بھر کے لئے حضور رحمت ہیں ؎ ہم وہ بندے ہیں کہ دن رات گناہ کرتے ہیں۔

یہ وہ آقا ہیں۔ کہ سب بخش دیا کرتے ہیں

تم بنا دو گے قیامت میں تو بن جائے گی
ورنہ بگڑی ہوئی باتیں ہیں ہماری ساری

۵- اے نبی! آپ کی امت مجمع میں میری اطاعت اور خلوت میں نافرمانی کرے گی مگر ہم اپنے کرم سے اس کے ظاہر و باطن پہ نظر کریں گے۔ ان کے گناہوں کو بخش دیتے ہیں، میں اپنے بندوں کی روزی کا ضامن ہوں مگر آپ کی امت میری عنایت پر اعتبار نہیں کرتی۔ ناحق روزی کے غم میں مبتلا رہتے ہیں میں دیکھنے اور سننے والا ہوں۔ اس کو چاہیئے کہ وہ مجھ سے شرم نہ کرے۔ ہم نے جنت آپ کی امت کے لیئے اور دوزخ آپ کے دشمنوں کے لیئے پیدا کی ہے۔

تفسیر میں ہے ارشاد ہوا یَا مُحَمَّدُ اَنَا وَ اَنْتَ وَمَاسِوٰی ذٰلِکَ خَلَقْتُ لِاَجْلِکَ اے محمد! میں ہوں اور تو ہے جو کچھ اس کے سوا ہے میں نے تیرے لیئے پیدا کیا ہے۔ حضور نے عرض کی یَا رَبِّ اَنَا وَ اَنْتَ وَمَاسِوٰی ذٰلِکَ تَرَکْتُ لِاَجْلِکَ" اے رب تو ہے اور میں ہوں اور جو کچھ اس کے سوا ہے میں نے تیرے لیئے چھوڑ دیا۔

بعض محققین فرماتے ہیں کہ اس وحی کا مضمون کسی کو معلوم نہیں ہے کہ رمز و اسرار محب و محبوب اور کسی پر ظاہر نہیں ہوتے۔ اگر خدا کو ان کا کسی پر ظاہر کرنا مقصود ہوتا تو خود بیان کر دیتا۔ بلکہ اس نے پوشیدہ فرمایا فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی، پردے میں رکھا تو کس کی مجال ہے کہ دریافت کر سکے ۵

میانِ عاشق و معشوق رمز لیست

کراماً کاتبیں راہم خبر نیست

ایک حدیث میں حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا مجھے چھ باتوں سے فضیلت دی۔ فواتح الکلام، خواتم الکلام، جوامع الحدیث اور سب پر بشیر و نذیر، میرے دشمنوں کے دلوں میں ایک مہینہ کی راہ سے رعب ہوتا اور مالِ غنیمت حلال ہوا اور زمین کو میرے لئے پاک اور مسجد بنا دیا گیا۔

حضور فرماتے ہیں کہ اس وقت میرے کان میں قلم کے لکھنے کی آواز آئی ارشاد ہوا اے نبی! ہم نے آسمان و زمین کی پیدائش کے دن تم پر اور تمہاری امت پر پچاس وقت کی نمازیں فرض کی ہیں۔ اب تم بھی پڑھو اور اپنی امت کو بھی پڑھنے کا حکم دو۔

اس قسم کے احکام و تحائف آپ کو ملے اور بہت کچھ رحمتیں اور برکتیں حضور علیہ السلام کو عطا ہوئیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ پھر میں واپس ہوا تو چھٹے آسمان پر حضرتِ موسیٰ علیہ السلام سے گزرا، انہوں نے پوچھا کہ آپ کو کیا کیا احکام و تحائف ملے؟ میں نے کہا کہ رات دن میں پچاس نمازوں کا حکم ہوا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے بڑے بڑے فضائل و محامد سے نوازا ہے۔

اس کلام کا کیف و سرور تو کوئی حضرتِ موسیٰ علیہ السلام سے پوچھے اور یہ گفتگو تو حضرتِ موسیٰ علیہ السلام کے لئے عید تھی۔ حضرتِ موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالےٰ کی ایک تجلی کو برداشت نہ کر سکے لیکن ان کی تمنا اور آرزو ابھی تک برقرار تھی اور وہ کسی موقع کے منتظر تھے کہ کسی نہ کسی طرح اللہ تعالےٰ

کے انوار و تجلیات کا مشاہدہ کروں۔ خدائے تعالیٰ نے ان کی استدعا کو عملی جامہ پہنانے کے لئے یہ طریقہ اختیار فرمایا کہ اے موسیٰ! آج میرے حبیب نے مجھے بے حجاب و بے پردہ دیکھا ہے ذرا ان کی طرف دیکھو! سر تا پا وہ میری تجلیات سے گھرے ہوئے ہیں ۰ اس بحرِ بیکراں کیطرف نظر کرو اور میری تجلیات کا مشاہدہ کرو۔

لطیفہ:۔ ہم سورج کو جب کہ نصف النہار میں اپنی پوری آب و تاب سے چمک رہا ہو تو اس کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں سکتے۔ اگر کوئی اس کی گولائی اور شکل کو دیکھتا ہے تو اس کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ پانی میں اسے دیکھا جائے پھر اسکا دیکھنا نظر کے لئے دشوار اور مضر نہیں ہوتا۔ چنانچہ حضرتِ موسیٰ علیہ السلام نے آج جب اس بحرِ رحمت کی طرف نگاہ کی تو ہر طرف حق تعالےٰ کے انوار و تجلیات کے جلوے تھے۔ آرزو و تمنا بر آئی۔ دل یہ چاہتا تھا کہ بس اب محبوبِ خدا میرے پیشِ نظر رہیں اور میں دیدار کرتا رہوں ؎

اصلِ نماز ہے یہی روحِ نماز ہے یہی
میں تیرے روبرو رہوں تو میرے روبرو رہے

اس امید کے پورا کرنے کے لئے یہ تدبیر و تجویز سوچی۔ آپ نے عرض کی یا حضرت دن رات کے پڑھنے کے لئے پچاس نمازیں، جلدی واپس جائیے اور معاف کرائیے اِنَّ اُمَّتَکَ لَا یَسْتَطِیْعُ خَمْسِیْنَ صَلٰوۃً کُلَّ یَوْمٍ (الحدیث) بھلا ایک دن میں پچاس کس طرح پڑھی جائیں گی۔ یہ سنکر اب تو حضور کو بھی خیال آیا اور خود واپس ہو کر وہیں پہنچے۔

نکتہ:۔ کیا حضرتِ موسیٰ ہمارے پیغمبر سے زیادہ سمجھ رکھتے ہیں جو آپ کو خیال آیا اور حضور علیہ السلام کو مطلقاً خیال نہ آیا؟ جواب یہ ہے کہ حضور علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کی اس وقت ایسی حالت تھی کہ حضورِ اکرم محوِ تجلّی الٰہی تھے جو ہر ایک طرح سے عقل و ہوش کو فنا کر دیتی ہے آپ اس وقت فنا فی اللہ تھے لیکن حضرتِ موسیٰ اس وقت اس قرب اور تجلی سے دور اور محجوب تھے اور عالمِ ہوش میں تھے۔ بھلا دیدارِ حقیقی تو کیا کہنا فانی عشق فانی محبوب کے دیدار کی طلب میں دیکھ لو۔ عورت سی نازک چیز دیدارِ یوسف میں ایسی غافل ہوئیں کہ بجائے ترکاری کے ہاتھ کاٹ ڈالے اور خبر نہ ہوئی۔ بھلا دیدار کی لذت سے الگ کوئی بڑے سے بڑا مرد اپنا ہاتھ کاٹ کر دکھائے، فرہاد نے شیریں کا دیدار کر کے کوہستان کاٹ ڈالے، ادہم فقیر نے شاہِ بلخ کی لڑکی کے جمال کو دیکھ کر سمندر خالی کرنے پر کمر باندھ لی۔

الغرض یہ سارے شاق کے شاق محنت کے پہاڑوں کا سر پر اٹھا لینا دیدارِ محبوب کے وقت آسان ہو جاتا ہے اسی طرح جب نبی کریم رؤف و رحیم دیدارِ الٰہی کو دیکھ رہے تھے۔ اللہ اکبر! اس دیدار کے وقت پچاس تو پچاس اگر پچاس ہزار نمازیں بھی مولا کریم فرض کر دیتے تو حضور علیہ السلام سب کی سب منظور فرما لیتے۔ کیا پچاس نمازیں فرہاد کی کوہ کنی سے بھی زیادہ شاق کام تھا؟ کیا شیریں کا حسن حسنِ مولیٰ سے بھی بڑھا ہوا تھا کہ فرہاد شیریں کے حسن کو دیکھ کر پہاڑ توڑنے پر تیار ہو جائے اور توڑ دے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مولا کے دیدار کو دیکھ کر پچاس نمازیں پڑھنے سے انکار

کہ دیں ہرگز ہرگز نہیں۔ یہی وجہ تھی کہ حضور پچاس کی پچاس قبول و منظور کر کے چلے آئے۔

جب حضرتِ موسیٰ کے پاس تشریف لائے اور ان انوار کا اثر کم ہوا تو آپ سمجھے کہ میں اس وقت محوِ تجلی تھا ساری امت تو محوِ تجلی نہ ہوگی وہ کسطرح یہ مشکل کام کرے گی؟ فوراً واپس گئے۔ ایک سفید نور کی شکل میں تھا اس نے آپ کو اندر لے لیا۔ تب آپ نے سجدہ کیا، امت کی آسانی نمازوں کی معافی مانگنے کے لئے عرض کیا۔ ارشاد ہوا کہ جاؤ پانچ نمازیں معاف کر دیں۔ حضور وہ پاک نمازیں معاف کروا کر خوش ہو گئے اور یہی خیال ہوا کہ ایسے محبوب کے لئے پینتالیس نمازیں پڑھنا کیا حقیقت رکھتا ہے واپس آئے۔ حضرتِ موسیٰ علیہ السلام دیکھ کر بڑے خوش ہوئے، دل کی پیاس بجھانے کے لئے بڑا سنہری موقع آیا۔ محبوبِ خدا کا نظارہ کیا گویا انوار و تجلیاتِ ربانی کا بالواسطہ دل بھر کر مشاہدہ کیا۔ جی یہی چاہتا تھا کہ اے محبوبِ خدا! تم بار بار جاؤ اور ہر بار نئی نئی تجلیاتِ ربانی لے کر آؤ اور میں اپنی امنگیں پوری کرتا جاؤں۔ اس لئے حضرتِ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کتنی نمازیں معاف ہوئیں؟ فرمایا پانچ! عرض کی پھر جائیے پینتالیس بہت ہیں۔ ویسے تو حضرتِ موسٰے علیہ السلام کی یہی خواہش ہوگی، آج ایک ایک نماز معاف ہو، حضور پینتالیس مرتبہ جائیں اور پینتالیس مرتبہ آئیں تو بس دلی امنگیں بر آئیں ؎

حضور آئیں تو جائیں دوبارہ پھر آئیں! تمام عمر مری یونہی تمام ہو جائے

حضور پھر تشریف لے جائیے اور تخفیف کرائیے۔ میں اہلِ دنیا کو آزما چکا ہوں وہ ہرگز ادا نہ کر سکیں گے۔ میرا ایمان ہے خدا کی قسم! اگر پچاس نمازوں میں رعایت نہ ہوتی حضور کے لئے تو یہ پھر بھی کم تھیں بلکہ صدیقِ اکبر، فاروقِ اعظم، عثمانِ ذوالنورین، حیدرِ کرار رضی اللہ عنہم تو دل وجان سے قبول کرتے۔ دنیاوی کاروبار چھوڑ کر خدا کی عبادت میں معروف تھے اور انہیں تو اور اپنی قسمت پہ ناز تھا کہ دن رات صبح وشام، ہر گھڑی، ہر وقت حضور کی معیّت میں نماز پڑھتے رہیں اور وہ ہماری امامت فرماتے رہیں سارے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تو اس فرضِ منصبی سے کما حقہ عہدہ برآ ہوتے کیونکہ وہ حضور علیہ السلام کی صحبتِ جلیلہ سے فیضیاب تھے لیکن ہم مادر وپدر آزاد کے لئے مشکل ہو جاتا جن کے لئے پانچ نمازیں پڑھنی بھی مشکل ہیں۔

حضرتِ موسیٰ علیہ السلام کے اصرار پر آپ پھر دوبارہ دربارِ ایزدی میں حاضر ہوئے اور ثابت کیا کہ حضرتِ موسیٰ جہاں خدا تعالےٰ کی ایک تجلی طور پر دیدار کی اجازت لیتے ہیں لیکن میں نے خدا تعالےٰ کی بے حد وبے شمار انوار وتجلیات کا دیدار دیکھا۔ عرشِ اعلیٰ پر آنے کی کوئی روک ٹوک نہیں بلکہ خود پروردگارِ عالم ارشاد فرما رہا تھا کہ اے حبیب! آپ آئیے جیسے آئیں ہمارا دربارِ ایزدی آپ کے لئے کھلا ہوا ہے اور کسی کو مجال نہیں کہ ہماری تجلیات کا مقابلہ کر سکے۔

آپ دربارِ خداوندی میں پھر حاضر ہوئے۔ چودھویں صدی کے مسلمانوں

کی کمزوریٔ ایمان عرض کی کہ اے رب العزت ان گنہ گار امتیوں پر رحم فرمایئے تُو تو بے نیاز ہے کچھ کمی فرمایئے ارشاد فرمایا کہ اے محبوب! آپ کا کہا ہم رد نہیں کریں گے وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى آپ کو راضی کریں گے۔ اچھا پانچ نمازیں اور معاف کر دیں۔

نکتہ:۔ دیکھا آپ نے وسیلہ! کہ حبیب خدا کے وسیلہ سے امتیوں کی بگڑی بن رہی ہے۔ حبیب خدا عرض کر رہے ہیں اور اللہ تعالےٰ معاف، اور بارگاہِ الٰہی میں سب کچھ منظور ہو رہا ہے اور نمازیں معاف ہو رہی ہیں پینتالیس نمازیں تو وسیلہ سے معاف ہوئی ہیں اور جو لوگ وسیلہ کے منکر ہیں انہیں چاہیئے کہ وہ دن رات میں پچاس نمازیں پڑھیں۔ او! وسیلے کے منکرو! تمہاری پانچ نمازیں وسیلہ کا اثبات کرتی ہیں۔

الغرض حضور نمازیں معاف کرانے کے لئے کبھی آتے ہیں کبھی جاتے ہیں۔ حضور تو خدا تعالےٰ کے انوار و تجلیات کا دیدار کرتے ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بالواسطہ و بالوسیلہ خدا تعالےٰ کے انوار و تجلیات کا دیدار کرتے ہیں۔

الغرض آپ کی شفاعت سے پینتالیس نمازیں معاف اور پانچ نمازیں باقی رہ گئیں قَالَ اِنَّ اُمَّتَكَ لَا تَسْتَطِيعُ خَمْسَ صَلَوَاتٍ حضرت کلیم اللہ نے عرض کی حضرت آپ کی امت پانچ نمازیں بھی نہیں پڑھ سکے گی فَاسْئَلِ التَّخْفِيفَ اس میں بھی کمی کرایئے قَالَ مَا زِلْتُ رَبِّيْ حَتّٰى اسْتَحْيَيْتُ آپ نے فرمایا اے موسیٰ اب تو مجھے سوال کرتے

کرتے حیا آتی ہے۔

آج کل کے اپٹوڈیٹ اور ایجوکیٹ کی یہی خواہش تھی کہ اے کاش آپ ایک مرتبہ اور تشریف لے جاتے اور یہ پانچ نمازیں بھی معاف کرا لیتے تاکہ ہمیں نماز کے متعلق کوئی نہ کہتا اور یہ آئے دن کا جھگڑا ہی چک جاتا او نماز کی اصلیت وحقیقت نہ جاننے والو، نماز کا درجہ صحابہ کرام سے پوچھو، بلالِ حبشی سے پوچھو، حضرتِ خبیب سے دریافت کرو کہ کتنا مزا ہے نماز میں، پھانسی سامنے ہے، پھانسی کا وقت بالکل قریب ہے لیکن نماز پڑھنے کی اجازت لی اور نماز پڑھی جا رہی ہے۔

حضرتِ امام حسین رضی اللہ عنہ کو دیکھو شمر تلوار سے وار کرنے کے لئے تیار ہے لیکن وہ شہزادۂ گلگوں قبا، شہیدِ کربلا نمازِ عصر پڑھنے کی مہلت لے رہے ہیں، پرواہ نہیں جان ومال قربان ہو جائے لیکن نماز نہ جائے نماز تو کسی حالت میں معاف نہیں، بیماری میں، مسافری میں، جنگ میں، راحت میں، مصیبت میں، کچھ کرو یا نہ کرو لیکن نماز ضرور پڑھو اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ نماز تمام برائیوں سے دور رکھتی ہے۔ وفضائلِ نماز انشاء اللہ علیحدہ عرض کروں گا۔ بہرحال آپ راضی بہ رضا ہو گئے۔ حضرتِ رب العزت نے ارشاد فرمایا مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ اے نبی کریم! نہ ہماری بات بدلی جاتی ہے اور نہ ہم کسی پر ظلم کرنا یا زیادہ مشقت میں ڈالنا پسند کرتے ہیں، تم اور تمہاری امت پانچ نمازیں پڑھیں ہم پانچ کو ہی پچاس لکھتے رہیں گے، پڑھنے میں

پانچ ثواب میں پچاس، پانچ پڑھو پچاس لکھواؤ۔ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا۔ جو ایک نیکی کرے اسے دس کا اجر ہے ؂

ایک نیکی گر کوئی بندہ کرے

ایک کے بدلے میں اسکو دس ملے

نکتہ: پانچ دفعہ کی سفارش سے پانچ نمازیں باقی رہیں۔ ہر دفعہ حضور علیہ السلام کو دیدارِ الٰہی اور مولا سے ہمکلام ہونا نصیب ہوتا تھا۔ یہ پانچ دفعہ میں معافی ہوئی۔ اگر اللہ تعالےٰ چاہتا تو ایک دفعہ میں معاف کر دیتا پانچ کی خصوصیت کیا تھی؟ اس میں اشارہ یہ ہے جب پانچ دفعہ کی حضوری میں جو نمازیں معاف اور کم کرانے کے لئے تھی وہ ایسی چیز تھی کہ پانچ دفعہ دیدارِ الٰہی اور ہمکلامی میسر ہوئی تو خیال کرو کہ جو لوگ مسجدوں میں نمازیں ادا کرنے کے لئے حاضر ہوں گے انہیں دیدارِ الٰہی اور ہمکلامی کس طرح نصیب نہ ہوگی؟ اس لئے حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب بندہ نماز کی نیت باندھتا ہے تو رب العالمین سامنے ہوتا ہے۔ جب کوئی محروم القسمت نماز کے اندر اپنی نگاہ دوسری طرف لیجاتا ہے تو مولیٰ حقیقی فرماتا ہے ہم تیرے سامنے ہیں تو ہمیں نہیں دیکھتا کیا کوئی شئے ہم سے بھی زیادہ خوبصورت اور اچھی تجھے نظر آگئی جو ہمیں چھوڑ کر ادھر چلا گیا۔ ادھر آؤ ہمیں نہ چھوڑو، ہمیں چھوڑنے والا فلاح نہیں پاتا۔

نکتہ:۔ پینتالیس نمازیں کیوں معاف ہوئیں پانچ کیوں نہ معاف ہوئیں پانچ کیوں باقی رہیں چار باقی رہتیں یا چھ باقی رہتیں، پانچ کے عدد کی خصوصیت کیا ہے؟ جواب: جنت کے دروازے پر اور نیز کلام مقدس میں یہ قانون

لکھا ہے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَۃِ فَلَہٗ عَشْرُ اَمْثَالِھَا جو ایک نیکی کرے اس کو دس کا ثواب ملتا ہے۔ وہاں ازل میں نمازیں پانچ تھیں اور ازل کی بات بدلی نہیں جاتی۔ رحمت کے تقاضے اور آپ کی شفاعت سے محنت میں تخفیف ہوئی۔ ظاہراً پڑھنے میں پانچ مگر لکھنے میں وہی پچاس، حکم میں پانچ ثواب میں پچاس تو گویا پچاس کی پچاس قائم رہیں۔

دوسری وجہ بعلم حساب میں پانچ اور پچاس میں صرف ایک صفر اور نقطہ کا فرق ہے اور دہلی کے محاورہ میں نقطہ کو نکتہ بھی کہتے ہیں۔ پھر مولا کی نکتہ نوازی کی صفت بھی مشہور ہے۔ وہ صفت یہاں ظاہر ہوئی۔ ایک نقطہ اٹھالیا ہزاروں جنتی ہو گئے اگر یہ نقطہ نہ اٹھایا جاتا تو ہزاروں میں ایک یا دو نمازی ہوتے جو حکم کی تعمیل نہ کرتا وہی مستوجب نار و غضب جبار ہوتا۔ مولیٰ کی نکتہ نوازی کی صفت نے یہ کیا ایک نکتہ اٹھالیا اور ہزاروں کو بخشش دیا۔ بڑا بھاری بوجھ لوگوں کی گردنوں سے اٹھالیا۔ جب یہ نمازوں کا عمل ارحم الراحمین کی حضوری میں پہنچا پھر وہی رحمت کا نقطہ ملا کر پانچ کو پچاس بنا دیا۔ جو نقطہ وبالِ جان تھا وہی راحتِ جان بن گیا۔ ایسا ہی بدقسمت ہے وہ مسلمان جو مسلمان ہو کر نماز کے انوار و تجلیات اور فوائد و برکات سے بہرہ ور نہیں ہوتا۔ اس کی نہ بصیرت ہے نہ بشارت جو امتِ محمدی ہونے کا اقرار کرے اور نماز کے فیوض سے محروم رہے۔

خواجہ امام محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ خلف الصدق حضرت خواجہ امام محمد ربانی مجددِ الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات میں اس کی نسبت وجد آفریں تشریح فرماتے ہیں ـــ "معشوق است دلبر یا در باطنِ مصلّٰی چوں پرتو جمالِ باکمال

او جلوہ فرماید حسن وخوبی او ظہور نماید نزدیک است او مست بے شعور سازم بربانید وچوں انوار وتجلیات متحقق شود بحلیہ او متحلی گردد خود را نور یابد ر" (نماز ایک معشوقہ دلربا ہے جب مصلے کے باطن میں اس کے جمال وکمال کا پرتو پڑتا ہے اور اپنی حسن وخوبی کا ظہور کرتا ہے تو قریب ہو جاتا ہے کہ نمازی مست و بے شعور ہو جائے اور اپنے آپ سے جاتا رہے اور جب نمازی نماز کے انوار وتجلیات سے متصف اور اس کے اوصاف خصائص کے زیور سے مزین ہو جاتا ہے تو خود کو سراپا نور پاتا ہے۔ نماز عشقِ حقیقی کے جذبات برانگیختہ کرنے، حسنِ حقیقی کی بہار لوٹنے شاہدِ مقصود سے ہمکنار ہونے اور فوز وفلاح سے شادکام کرنے کا بہترین ذریعہ ہے ؎

نمازِ عشق دکھائے گی جلوۂ محبوب — جو اپنے جگر کو امام کرتے ہیں

وہ نام نہاد مسلمان جو نماز کی ادائیگی سے غافل رہتا ہے وہ بندۂ نفس اور جہنم کا ایندھن ہے۔ نماز باجماعت ہی وہ آلۂ اتحاد ہے جو پسماندہ اور بدقسمت قوم کو تھوڑے عرصہ میں معراج وکمال پر پہنچا سکتی ہے اور اونٹوں کی نکیل کی جگہ سلطنتِ عظیم کی باگ اس کے ہاتھ میں کیسے دیدی، اس فلاکت زدہ ریت پر سونیوالی اور خشک کھجوریں کھانیوالی قوم کو کیسطرح تخت وتاج بخش دئے اور کیونکر بدوؤں کی جھونپڑیوں میں شاہی خیمے بنے اس کا جواب صرف یہ ہے کہ ان میں دو وصف تھے جو آج مسلمانوں میں نہیں اور جن سے منہ موڑ کر آج ذلت وخواری کو پہنچ رہے ہیں اپنی پائمالی کا احساس تک نہیں رکھتے اور وہ یہ تھے۔ ۱۔ سرور کونین علیہ السلام سے عاشقانہ محبت وشیفتگی۔ ۲۔ آپس میں اتحاد واتفاق اپنے رہبروں سے محبت اور یکجہتی یہی وہ اعلیٰ سبق ہے جو ہمیں پنجوقتہ نماز باجماعت سے ملتا ہے اور اسی سبب سے ابوسفیان کفر کی حالت میں مسلمانوں کی

ایک جماعت کو نماز پڑھتے دیکھ کر کہ ایک امام کی حرکت سے متحرک ہوتے ہیں بے اختیار بول اٹھا کہ میں قسم کھا کر کہتا ہوں یہ قوم کچھ کر کے رہے گی۔ اب ہم میں سب سے بڑا یہی نقص ہے کہ ہم اپنے رہبروں سے محبت اور ان پر اعتماد نہیں کرتے اور یہ وہ مرض ہے کہ جب کسی قوم میں پیدا ہو جاتا ہے تو وہ ذلیل ہو جاتی ہے مسلمانوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ اسلام عظمت و اقتدار کا آفتاب مسجد نبوی سے طلوع ہوا تھا اور بوریا نشین صحابہ قیصر و کسریٰ کے تاج و تخت کے مالک ہو گئے تھے اور مسلمان اگر دوبارہ آفتاب اقبال کو طلوع ہوتا دیکھنا چاہتے ہیں تو مسجدوں سے لو لگائیں اور ان کو نمازوں سے مزین کریں اسی سے دوبارہ زندگی پالیں گے اور اقتدار گذشتہ حاصل کریں گے۔

دیدارِ حق

دیدارِ حق :۔ حریمِ کبریائی کی تجلی گاہ میں پہنچے سنا پھر آپ نے جو کچھ سنا دیکھا جو کچھ دیکھا

شہِ لولاک کے قدموں کو چوما اس بلندی نے   نہیں ہے عقلِ کلی کو بھی مجالِ پر زنی جن کا

رویتِ باری کے متعلق مختلف اقوال ہیں میں یہ چاہتا ہوں کہ اس پیچیدہ مسئلہ کو آیات و احادیث مطہرہ اور اقوالِ منصوصہ سے صاف کر دوں۔

جب حضور علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا وہ قرب ہوا کہ کسی کو وہ قرب حاصل نہیں ہوا اور نہ ہی ہو گا کوئی نبی یا فرشتہ اس مرتبۂ عالیہ پر نہیں پہنچا ؎

شبِ معراج عروجِ تو زِ افلاک گذشت   بمقامے کہ رسیدی نہ رسیدہ ہیچ نبی

یہ مسئلہ اہم لیکن پیچیدہ بے حد مشکل ہے جس کی افراط و تفریط سے بہت سے لوگ صراطِ مستقیم سے بھٹک گئے۔ پیشتر ازیں کہ احادیثِ مبارکہ، اقوالِ بزرگاں تحریر کئے جائیں وہ آیاتِ مبارکہ جن سے رویتِ باری کا اثبات یا نفی ہوتی ہے عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ وَالنَّجْمِ اِذَا ھَوٰی مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمْ

وَمَا غَوٰى ۝ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْىٌ يُّوْحٰى ۝ عَلَّمَهٗ
شَدِيْدُ الْقُوٰى ۝ ذُوْ مِرَّةٍ ۝ فَاسْتَوٰى ۝ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ۝
ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۝ وَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۝ فَاَوْحٰى اِلٰى
عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى ۝ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ۝ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى
مَا يَرٰى ۝ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۝ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ۝
عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ۝ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ۝ مَا زَاغَ
الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ۝ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ۝

یہ وہ پہلی سورت ہے جس کا حضور علیہ السلام نے اعلان فرمایا اور حرم شریف میں مشرکین کے روبرو پڑھی" اس پیارے چمکتے تارے محمد کی قسم ! جب یہ معراج سے اترے (نجم کی تفسیر میں مفسرین کے بہت سے اقوال ہیں بعض نے ثریا مراد لیا اگرچہ ثریا کئی ستارے ہیں لیکن نجم کا اطلاق ان پر عرب کی عادت ہے ، بعض نے نجم سے جنسِ نجوم مراد لی ہے ، بعض نے نباتات جو ساق نہیں رکھتے اور زمین پر پھیلتے ہیں ، بعض نے نجم سے مراد قرآن لیا ہے لیکن سب سے لذیذ تفسیر وہ ہے جو اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اختیار فرمائی کہ نجم سے مراد ہے ذاتِ گرامی ہادی برحق علیہ التحیۃ والثناء کی (خزائن)) تمہارے صاحب نہ بہکے نہ بے راہ چلے ، (صاحبکم) سے مراد حضور علیہ السلام ہیں معنی یہ ہیں کہ حضور علیہ السلام نے کبھی طریقِ حق و ہدایت سے عدول نہ کیا ، ہمیشہ اپنے رب کی توحید و عبادت میں ہے آپ کے دامن پر کبھی کسی مکروہ کی گرد نہ آئی اور بے راہ سے یہ مراد ہے کہ حضور ہمیشہ رشد و ہدایت کی اعلیٰ منزل پر متمکن رہے ، اعتقادِ فاسد کا شائبہ بھی کبھی آپ کے

حاشیۂ لباط تک نہ پہنچ سکا) وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو نہیں مگر وحی جو ان کی طرف کی جاتی ہے (یہ جملۂ اولیٰ کی دلیل ہے کہ حضور کا بہکنا اور بے راہ چلنا ممکن ہی نہیں کیونکہ آپ اپنی خواہش سے کوئی بات کرتے ہی نہیں جو فرماتے ہیں وہ وحیِ الٰہی ہوتی ہے اور اس میں حضور کے خلقِ عظیم اور آپ کی اعلیٰ منزلت کا بیان ہے، نفس کا سب سے اعلیٰ مرتبہ یہ ہے کہ وہ اپنی خواہش ترک کر دے۔ نیز اس میں اشارہ یہ بھی ہے کہ نبی علیہ السلام کے ذات وصفات و افعال میں فنا کے اس اعلیٰ مقام پر پہنچے کہ اپنا کچھ بھی رہا تجلیٔ ربانی نام ہوا کہ جو کچھ فرماتے ہیں وحیِ الٰہی ہوتی ہے (روح البیان)) انہیں (سیدِ عالم کو سکھایا سخت قوتوں والے نے (اس تعلیم سے مراد قلبِ مبارک تک پہنچا دینا ہے۔ بعض مفسر اس طرف گئے ہیں کہ سخت قوت والے طاقت ور سے مراد جبریل ہیں اور سکھانے سے مراد تعلیمِ الٰہی سکھانا یعنی وحیِ الٰہی کا پہنچانا ہے حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا شَدِیْدُ الْقُوٰی ذُوْ مِرَّۃٍ سے مراد اللہ تعالیٰ ہے اس لیے اپنی ذات کو اس وصف کے ساتھ ذکر کیا معنی یہ ہیں کہ نبی علیہ السلام کو بے واسطہ تعلیم فرمائی (روح البیان)) پھر اس جلوہ نے قصد فرمایا (عام مفسرین نے فاستویٰ کا فاعل بھی حضرتِ جبریل کو قرار دیا ہے اور یہ معنیٰ لئے ہیں کہ حضرتِ جبریل اپنی اصلی صورت پر قائم ہوئے اور اس کا سبب یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے انہیں ان کی اصلی صورت میں ملاحظہ فرمانے کی خواہش ظاہر فرمائی تھی تو حضرتِ جبریل جانبِ مشرق میں حضور کے سامنے نمودار ہوئے اور ان کے وجود سے مشرق و مغرب بھر گیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضور علیہ السلام

کے سوا جبریل کو اس کی اصلی صورت میں کسی نے نہیں دیکھا ۔ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جبریل کو دیکھنا تو صحیح ہے اور حدیث سے ثابت ہے لیکن یہ حدیث میں نہیں ہے کہ اس آیت سے مراد جبریل کو دیکھنا ہے بلکہ ظاہر تفسیر میں یہ ہے کہ مراد فاستویٰ سے حضور علیہ کا مکانِ عالی اور منزلتِ رفیعہ میں فاستویٰ فرمانا ہے (کبیر) اور تفسیر روح البیان میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے افقِ اعلیٰ یعنی آسمانوں کے اوپر استویٰ فرمایا اور حضرت جبریل سدرۃ المنتہیٰ پر رک گئے آگے نہ بڑھ سکے انہوں نے کہا کہ اگر میں ذرہ بھر بھی آگے بڑھا تو تجلیاتِ جلال مجھے جلا ڈالیں اور حضور علیہ السلام آگے بڑھ گئے اور مستویٰ عرش سے بھی گزر گئے اور اعلیحضرت قدس سرہ کا ترجمہ اسی طرف مشیر ہے اور استویٰ کا اسناد بھی حضرتِ رب العزت کی طرف اور یہی قول حضرتِ حسن رضی اللہ عنہ کا ہے) اور وہ آسمانِ بریں کے سب سے بلند کنارہ پر تھا (یہاں بھی عام مفسرین اس طرف گئے ہیں کہ یہ حال جبریل کا ہے لیکن امام رازی فرماتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ حضور علیہ السلام کا حال ہے کہ افقِ اعلیٰ یعنی فوق السمٰوات تھے جسطرح کہنے والا کہتا ہے کہ میں نے چھت پر چاند دیکھا یا پہاڑ پر چاند دیکھا اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ چاند چھت پر یا پہاڑ پر تھا بلکہ یہی معنیٰ ہوتے ہیں کہ دیکھنے والا چھت یا پہاڑ پر تھا ۔ اسی طرح یہاں یہ معنی ہیں کہ حضور علیہ السلام فوق السمٰوات پر پہنچے تو تجلیٔ ربانی آپ کی طرف متوجہ ہوئی) پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا (اس کے معنی میں بھی مفسرین کے کئی قول ہیں ۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت جبریل کا سیدِ عالم سے

قریب ہونا مراد ہے کہ وہ اصلی صورت دکھا دینے کے بعد حضور علیہ السلام کے قرب میں حاضر ہوئے۔ دوسرے معنیٰ یہ ہیں کہ حضور علیہ السلام حضرتِ حق کے قرب سے مشرف ہوئے، تیسرے یہ کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب علیہ السلام کو اپنے قرب کی نعمت سے نوازا اور یہی صحیح ہے) پھر وہ خوب اتر آیا (اس میں چند اقوال ہیں ایک تو یہ ہے کہ نزدیک ہونے سے حضور کا عروج مراد ہے اور اتر آنے سے نزول ورجوع، تو یہ حاصل ہے کہ حق تعالےٰ کے قرب میں باریاب ہوئے پھر وصال کی نعمتوں سے فیضیاب ہو کر خلق کی طرف متوجہ ہوئے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ حضرتِ رب العزت اپنے لطف و رحمت کے ساتھ اپنے حبیب سے قریب ہوا اور قرب میں زیادتی فرمائی، تیسرا قول یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے مقربِ درگاہِ ربوبیت ہو کر سجدۂ اطاعت ادا کیا۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے "قریب ہوا جب رب العزت الخ (خازن) تو اس جلوہ اور اس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم (یہ اشارہ ہے تاکیدِ قرب کیطرف کہ قریب اپنے کمال کو پہنچا اور احبار (دوست) جو نزدیکی ہوتی ہے وہ اپنی غایت کو پہنچی) اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی (یہ وحی بے واسطہ تھی کہ اللہ تعالےٰ اور اس کے حبیب کے درمیان کوئی واسطہ نہ تھا اور یہ خدا اور رسول کے درمیان اسرار ہیں جن پر ان کے سوا کسی کو اطلاع نہیں۔ بعض نے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے اس راز کو تمام خلق سے مخفی رکھا اور بیان نہ فرمایا کہ اپنے حبیب کو کیا وحی فرمائی اور محبوب و محب کے درمیان ایسے راز ہوتے ہیں جن کو ان کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

علماء نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ اس شب میں جو آپ کو وحی فرمائی گئی وہ کئی قسم کے علوم تھے ایک تو علمِ شرائع واحکام جن کی سب کو تبلیغ کی جاتی ہے دوسرے معارفِ الٰہیہ جو خواص کو بتائے جاتے ہیں۔ تیسرے حقائق ونتائج علومِ ذوقیہ جو صرف اخص الخواص کو تلقین کئے جاتے ہیں ایک قسم کے اسرار وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ خاص ہیں کوئی ان کو برداشت نہیں کرسکتا (روح البیان) دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا آنکھ نے (یعنی سیدِ عالم علیہ السلام کے قلبِ مبارک نے اس کی تصدیق کی جو چشمِ مبارک نے دیکھا۔ معنیٰ یہ ہیں کہ آنکھ سے دیکھا دل سے پہچانا اور معرفت میں شک وتردد نے راہ نہ پائی۔ اب یہ بات کہ کیا دیکھا؟ بعض مفسرین کا قول ہے کہ حضرتِ جبریل کو دیکھا لیکن مذہب صحیح یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے اپنے رب تعالےٰ کو دیکھا۔ اور یہ دیکھنا کس طرح تھا چشم سے یا چشمِ دل سے؟ اس میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔ حضرتِ عبداللہ بن عباس کا قول ہے کہ حضور علیہ السلام نے رب تعالےٰ کو اپنے قلبِ مبارک سے دو بار دیکھا (رواہ مسلم) ایک طرف جماعت اس طرف گئی ہے کہ آپ نے رب تعالےٰ کو حقیقۃً چشمِ مبارک سے دیکھا یہ قول حضرتِ انس بن مالک اور حسن وعکرمہ کا ہے اور حضرتِ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کو خلّت، حضرت موسیٰ کو کلام اور حضور علیہ السلام کو اپنے دیدار سے امتیاز بخشا۔ حضرتِ کعب نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت موسےٰ علیہ السلام سے دو بار کلام کیا اور جناب محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا ء

نے اللہ تعالیٰ کو دو مرتبہ دیکھا (ترمذی) لیکن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دیدارِ الٰہی کا انکار کر دیا اور آیت کو حضرتِ جبریل کے دیدار پر محمول کیا اور فرمایا جو کوئی حضور علیہ السلام نے اپنے رب کو دیکھا اس نے جھوٹ کہا اور سند میں لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ تلاوت فرمائی۔

یہاں چند باتیں قابلِ لحاظ ہیں ایک یہ کہ حضرتِ عائشہ کا قول نفی میں ہے اور حضرتِ ابنِ عباس کا اثبات میں اور مثبت ہی مقدم ہوتا ہے کیونکہ نافی کسی چیز کی نفی اس لئے کرتا ہے کہ اس نے سنا نہیں اور مثبت اثبات اس لئے کرتا ہے کہ اس نے سنا اور جانا تو علم مثبت کے پاس ہے، علاوہ ازیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ کلام حضور علیہ السلام سے نقل نہیں کیا بلکہ آیت سے اپنے استنباط پر اعتماد کیا۔ یہ حضرتِ عائشہ کی رائے ہے اور آیت میں ادراک یعنی احاطہ کی نفی ہے نہ رؤیت کی، (ادراک و رؤیت کی بحث آگے ہے) مسئلہ صحیح یہی ہے کہ حضور علیہ السلام دیدارِ الٰہی سے مشرف فرمائے گئے، مسلم شریف کی حدیثِ مرفوع میں ہے بھی یہی ثابت ہے، حضرتِ ابنِ عباس رأس الائمہ ہیں وہ بھی اسی پر ہیں، مسلم کی حدیث ہے رَاَیْتُ رَبِّیْ بِقَلْبِیْ وَعَیْنِیْ میں نے اپنے رب کو اپنی آنکھ اور اپنے دل سے دیکھا۔

حضرتِ حسن بصری علیہ الرحمۃ قسم کھاتے تھے کہ حضور علیہ السلام نے شبِ معراج اپنے رب کو دیکھا، حضرت امام احمد علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ میں حیثیت ابن عباس کا قائل ہوں حضور نے اپنے رب کو دیکھا، اس کو دیکھا

یہاں سارا سانس ختم ہو گیا تو کہا تم اس سے ان کے دیکھے ہوئے پر جھگڑ گے
یہ مشرکین سے خطاب ہے جو شب معراج کے واقعات سے انکار کرتے
اور اس میں جھگڑتے تھے۔ انہوں نے وہ جلوہ تو دو بار دیکھا کیونکہ تخفیف کی
درخواستوں کے لئے چند بار عروج و زوال ہوا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نے اپنے رب
کو اپنے قلب سے دو بار دیکھا اور انہی سے یہ بھی مروی ہے کہ حضور نے
رب تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا سدرۃ المنتہیٰ کے پاس، سدرۃ المنتہیٰ
ایک درخت ہے جس کی جڑ چھٹے آسمان میں ہے اس کی شاخیں ساتوں
آسمانوں میں پھیلی ہیں اور بلندی میں وہ ساتوں آسمانوں سے بھی گذر گیا ہے
ملائکہ اور ارواح شہدا و اتقیا (اس سے آگے نہیں بڑھ سکتے) اس کے
پاس جنت الماوٰی ہے۔ جب سدرۃ المنتہیٰ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا (یعنی
ملائکہ اور انوار) آنکھ نہ کسی کی طرف پھری نہ حد سے بڑھی (اس میں حضور
علیہ السلام کے کمال قوت کا اظہار ہے کہ اس مقام پر جہاں عقلیں حیرت
زدہ ہیں آپ ثابت رہے اور جس نور کا دیدار مقصود تھا اس سے بہرہ اندوز
ہوئے اپنے بائیں کسی طرف ملتفت نہ ہوئے کہ مقصود کی دید سے آنکھ
نہ پھیری نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح بے ہوش ہوئے بلکہ اس مقام
عظیم میں ثابت رہے) بے شک اپنے رب کی بہت سی نشانیاں دیکھیں
(حضور علیہ السلام نے شب معراج عجائب و ملکوت کا ملاحظہ فرمایا،
اور آپ کا علم تمام معلومات غیبیہ ملکوتیہ پر محیط ہو گیا جیسا کہ حدیث اختصام

ملائکہ میں وارد ہوا ہے اور دوسری احادیث میں ہے۔ (روح البیان)۔

سورۂ نجم کی ضروری اور اہم آیات کی تفسیر تحریر کردی۔ اب اسی مضمون کا ضروری حصہ آپ کے سامنے عرض کیا جاتا ہے۔ سورہ انعام میں اللہ تعالےٰ نے اپنے متعلق ارشاد فرمایا لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ آنکھیں اس کا احاطہ نہیں کرتیں اور سب آنکھیں اس کے احاطہ میں ہیں۔ ادراک کے معنٰی یہ ہیں کہ مرئی کے جوانب وحدود پر مطلع ہونا اسی کو احاطہ کہتے ہیں۔ ادراک کی یہی تفسیر حضرت سعید بن مسیّب اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے اور جمہور مفسرین ادراک کی تفسیر احاطہ سے فرماتے ہیں اور احاطہ اسی چیز کا ہو سکتا ہے جس کے حدود وجہات ہوں۔ اللہ تعالےٰ پر حد وجہت محال ہے تو اس کا ادراک واحاطہ بھی ناممکن۔

یہی مذہب ہے اہلِ سنت کا خوارج ومعتزلہ وغیرہ گمراہ فرقے ادراک ورؤیت میں فرق نہیں کرتے اس لئے وہ اس گمراہی میں مبتلا ہوگئے کہ انہوں نے دیدارِ الٰہی کو محالِ عقلی قرار دیا ہے۔ باوجودیکہ نفی رؤیت نفی علم کو مستلزم ہے ورنہ جیسا کہ باری تعالےٰ بخلاف تمام موجودات کے بلا کیفیت وجہت جانا جا سکتا ہے ایسے ہی دیکھا بھی جا سکتا ہے کیونکہ اگر دوسری موجوات بغیر کیفیت وجہت کے دیکھی نہیں جا سکتیں تو جانی بھی نہیں جا سکتیں۔ راز اس کا یہ ہے کہ رؤیت ودید کے معنٰی یہ ہیں کہ بصر کسی شیئ کو جیسا کہ وہ ہو ویسا جانے، تو جو شیئ جہت والی ہوگی اس کی رؤیت ودید جہت میں ہوگی اور جس کے لئے جہت نہ ہوگی اس کی دید

بے جہت ہوگی ۔ دیدارِ الٰہی آخرت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار مؤمنین کے لئے اہلِ سنت کا عقیدہ اور قرآن وحدیث واجماعِ صحابہ، سلفِ امت کے دلائل کثیرہ سے ثابت ہے۔ قرآن کریم میں فرمایا وُجُوۡهٌ یَّوۡمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰی رَبِّهَا نَاظِرَةٌ اس سے ثابت ہے کہ مؤمنین کو اپنے رب کا دیدار نصیب ہوگا اور اس کے علاوہ بہت آیات اور صحاح کی کثیر احادیث سے ثابت ہے اگر دیدارِ الٰہی ناممکن ہوتا تو حضرتِ موسیٰ علیہ السلام دیدار کا سوال نہ فرماتے رَبِّ اَرِنِیۡۤ اَنۡظُرۡ اِلَیۡکَ عرض نہ کرتے اور ان کے جواب میں فَاِنِ اسۡتَقَرَّ مَکَانَهٗ فَسَوۡفَ تَرٰىنِیۡ نہ فرمایا جاتا۔

ان دلائل سے ثابت ہوگیا کہ آخرت میں مؤمنین کے لئے دیدارِ الٰہی ثابت ہے اور اس کا انکار گمراہی، روضۃ الاحباب میں یہ دو احادیث مذکور ہیں ۱۔ رَاَیۡتُ رَبِّیۡ عَزَّ وَجَلَّ میں نے اپنے رب کو دیکھا۔

۲۔ رَاَیۡتُ رَبِّیۡ فِیۡۤ اَحۡسَنِ صُوۡرَةٍ میں نے اپنے پروردگار کو بہت اچھی صورت میں دیکھا۔

طبرانی نے اوسط میں بسندِ ثقات ابنِ عباس سے ذکر کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا ہے۔ ایک مرتبہ بصر سے اور ایک مرتبہ قلب سے اور ملال نے کتاب السنۃ میں مروزی سے نقل کیا ہے کہ میں نے امام احمد سے کہا لوگ کہتے ہیں کہ حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جو شخص زعم کرے کہ حضور علیہ السلام نے اپنے رب کو دیکھا تو اس نے اللہ تعالیٰ پر افتراء کیا۔ کونسی دلیل سے

حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قول سے جواب دیا جاتا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول سے رَاَیْتُ رَبِّیْ یعنی میں نے اپنے رب کو دیکھا ہے تو امام احمد سے یہ حدیثِ مرفوع بھی ثابت ہوئی۔

بعض اجلہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کا رؤیت کی نفی کرنا اپنی رائے سے ہے جو مستنبط ہے بعض عمومات سے جیسے لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ لیکن بعد اثبات بالنصوص کے ان عمومات کو محمول کیا جائے گا نفیِ ادراک بمعنیٰ معرفت کہ احاطہ پر ہوگا۔

اب پھر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے کہ حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا مَا فُقِدَتْ جَسَدُ مُحَمَّدٍ جناب محمد رسول اللہ علیہ التحیۃ والثناء کا جسدِ مبارک غائب نہیں ہوا۔ علمائے کرام نے فرمایا کہ اصح یہ ہے یہ قول معراجِ جسمانی کی نفی نہیں کرتا اس لئے کہ حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور علیہ السلام کے پاس نہ تھیں، ضبط و حفظ کی عمر کو نہ پہنچی تھیں یعنی کم عمر تھیں۔ ہو سکتا ہے کہ ابھی پیدا ہی نہ ہوئی ہوں بایں سبب کہ اسریٰ تو اسلام کی ابتداء میں ہوئی لیکن حضرت عائشہ صدیقہ کی شادی تو مدینہ منورہ میں ہوئی۔

پھر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ مَا فُقِدَتْ جَسَدُہٗ سے کیا مراد ہے؟ جواب اس کا یہ ہے کہ "عارفین گفتہ اند آنحضرت را اسراءات ومعاریج بسیار اند، کہ عارفین نے فرمایا ہے کہ حضور علیہ السلام کو بہت معراج ہوئے

و بعضے سی و چہار گفتہ و یکے ازاں بہ چشم و در یقظہ و باقی بہ روح در منام واللہ تعالیٰ اعلم"۔ لیکن بعض علمائے کرام نے فرمایا ہے کہ آپ کو چونتیس معراج ہوئے ان میں ایک نظر و بصر سے اور حالتِ بیداری میں دیدارِ خدا میں اور باقی تینتیس روح کے ساتھ نیند میں ہوئے واللہ تعالیٰ اعلم"۔

چونکہ آپ کو تینتیس معراج اور ہوئے جو روحانی و منامی تھے تو اس کے متعلق یہ حدیث ہے کہ آپ کا جسدِ مبارک غائب نہیں ہوا۔ اور ہمارا بھی یہی ایمان ہے اور بات بھی یہی ہے کہ آپ جسمانی معراج کے وقت تو شائد پیدا بھی نہ ہوئی ہوں اس لئے اس واقعہ کی نفی نہیں ہے بلکہ روحانی معراج کا ذکر فرمایا تو وہ بجا ہے اور سب سے بڑا افترا دہ بھی روحانی معراج کے متعلق ہو سکتا ہے۔

چنانچہ حضرت عبدالحق محدثِ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا " آنچہ در سورۂ نجم واقع است بعضے بر رویتِ جبریل و قرب او حمل کردہ" یعنی جو کچھ سورۂ نجم میں واقع ہے بعض حضرات نے اسے رویت و قربِ جبریل مراد لی ہے۔ آخر میں آپ نے فیصلہ کیا " اما تحقیق آنست کہ محمول بر قصۂ معراج "۔ یعنی تحقیق یہ ہے کہ یہ قصہ معراج کے متعلق ہے۔

مدارج النبوت حصہ اول ص۱۷۳ میں معراج کا واقعہ تحریر فرما کر مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے نتیجہ کے طور پر فرمایا جس کا یہاں من و عن ترجمہ کر دیتا ہوں تاکہ رویتِ باری تعالےٰ میں کسی قسم کی کوئی گنجائش باقی نہ رہ جائے،

" گفت بندۂ مسکین عبدالحق بن سیف الدین اللہ بمزید الصدق و

الیقین کہ کلام علماء بہ دلائل واخبار وآثار ہمچناں است کہ مذکور شد اما این مقدار ضبحان مے کند معراج اتم مقامات واقصلے کمالات آنحضرت بود صلی اللہ علیہ وسلم کہ ہیچ یکے از انبیاء را در انجا باوے شرکت نبود ہیچ بشرے وملکے از گنجائش آں مقام نہ پس عجیب است کہ دراں مقام برند وخلوتِ خاص در آیند باعلیٰ مطلب اقصیٰ مسألت کہ دیدار است مشرف نگر دانند وآنحضرت بایں معنیٰ رضی باشد اگر چہ بکمال بندگی ادب وسطوتِ کبریائی حق اورا بریں دارد کہ سوال نتواند کرد واز ذوق کلام مست گشتہ انبساط نماید طلبِ دیدار نکند جنابِ موسٰے علیہ السلام کرد اما کمال محبت ومحبوبیت کہ با جنابِ اقدس دارد کجا مے گزارد کہ حجاب ماند ایں دولت بر طلب بدست نمے آید مے گویند کہ چوں موسیٰ علیہ السلام از طلب باز ماندہ و بے ہوش شد بدید فاما لَنْ تَرَانِیْ جزائے شتابی وبے تابی بود آنست کہ کہ ناکامیٔ موسیٰ علیہ السلام بجہتِ آں بود کہ ہنوز سید المحبوبین صلی اللہ علیہ وسلم ندیدہ و بایں دولت نرسیدہ دیگرے را چہ مجال کہ بطلبد و بلیند وعلماء ہمہ متفق اند بر امکانِ رویت در دنیا بعداز امکان چہ مانع باشد دخود مقام معراج درحقیقت از عالمِ آخرت است وہرچہ در عالمِ آخرت دیدی ویافتی بود دید و یافت تا دعوتِ خلق بعلم عین الیقین کنند حالانکہ گفتہ اند از دیدہ بسے فرق بود تا بشنیدہ واللہ اعلم۔

"علمائے کرام کی کلام سے دلائل، اخبار وآثار کی روشنی میں یہ مذکور ہے جس سے حیرانی وپریشانی کا اضافہ ہوتا ہے پس اس پریشانی کو رفع کرنا

بارہویں کے چاند کا مجرا ہے سجدہ نور کا
بارہ برجوں سے جھکا ہے اِک اک ستارہ نور کا

خطیب پاکستان علامہ محمد شریف نوری کی بارہ تقریروں کا مجموعہ

بارہ تقریریں مکمل

ایڈیشن چہارم

جو ماہِ محرم، صفر، ربیع الاول، ربیع الثانی، جمادی الاول، جمادی الثانی، رجب، شعبان، رمضان، شوال، ذی القعدہ، اور ذوالحجہ کے لیے تقاریر پر مشتمل ہے۔

علماء، طلبا، خطباء اور عوام کیلئے ایک لائق مطالعہ دستاویز، معاشرہ کی خرابیوں، فحاشی و عریانی وغیرہ کے خلاف ایک مکمل تحریک اور کفر، شرک، بدعت اور عقائد باطلہ کی مدلل تردید ہے۔

* صفحات ۴۰۰ * سائز ۲۲×۱۸/۸
* مجلد * ٹائیٹل دلکش حسین رنگوں میں

هدیه ۶ روپے

فہرست

چاہتا ہوں کہ معراج آنحضرت علیہ التحیۃ والثنار ارفع و اعلیٰ مقام اور بلند و بالا کمال ہے کہ اور کوئی نبی بھی اس مرتبہ میں اس کا ہمسر نہیں ہے اور کسی بشر یا فرشتہ کو اس مقام گنجائش اور دخل نہیں بس تعجب ہے کہ اللہ تعالےٰ ایسے مقام میں اپنے محبوب کو خلوتِ خاص میں بلائے ۔سب سے اعلیٰ و اولیٰ مقصد یعنی دیدار باری تعالےٰ اور کلام سے مشرف نہ ہو ۔آنحضرت علیہ التحیۃ والثنا ،اس رتبۂ جلیلہ پر فائز ہوئے ۔اللہ تعالےٰ نے حضرتِ موسےٰ علیہ السلام سے حرف کلام کی تو وہ مست ہو گئے لیکن دیدار نہ کر سکے وہ شانِ کلیمی ہے لیکن کمال محبت و محبوبیت سے بارگاہِ ایزدی میں یہ کب ہو سکتا ہے کہ کوئی حجاب درمیان میں حائل رہے "ایں دولتِ دیدار بہ طلب دست نمے آید و گاہے نخواستہ مے دہند" کبھی منہ سے نہ مانگنے والے کو یہ دولت دی جاتی ہے اور کبھی مانگنے والے کو نہیں دی جاتی ے

جا گنے والے کو محرومِ دو عالم رکھا

سونے والے سے کہا ساری خدائی تیری

کہ قوم مے گوید ۔ بعض کہتے ہیں کہ جب موسیٰ علیہ السلام از طلب باز ماند و بیہوش شد ، ان کی طلب پوری نہ ہوئی اور بیہوش ہو گئے لَنْ تَرَانِیْ برائے شتابی و بیتابی بود اس دولت کو حاصل کیا تھا ۔دیگرے را چہ بہ طلبید و بیند پھر دوسرے کو کیا مجال کہ طلب کرے اور دیکھے ، و علمار خود ہمہ متفق اند اور سارے علمار متفق ہیں ، ہر امکان رؤیت در دنیا بعد از امکان چہ مانع

باشد، کہ رؤیت دنیا میں ممکن ہے اس لئے انتقال کے بعد کوئی مانع ہے اور اگرچہ رؤیتِ باری تعالےٰ دنیا میں ناممکن ہی ہو تو کیا مانع ہے! کہ خود مقامِ معراج عالمِ آخرت سے تعلق رکھتا ہے،

وہرچہ در عالمِ آخرت دیدی دیافتنی بود ، اور جو کچھ عالمِ آخرت سے تعلق رکھے وہ دیکھا اور پایا جاسکتا ہے۔ دید و یافت، بروزِ حشر اللہ تعالےٰ کا دیدار تمام مسلمانوں کو ہوگا۔

خدا تعالےٰ ہم سب کو اس دعوتِ دیدار میں بروزِ حشر شامل کرے آمین ثم آمین،

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ دیدار کیسا ہوگا تو جاننا چاہیے کہ وہ رؤیتِ باری بے کیف وکم ہوگی ، ادراک وہاں بھی نہیں ہوگا اس لئے کہ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ، تمام مخلوق کی آنکھیں اس رب العزت کا احاطہ نہیں کرسکتیں ، اس کی کُنہ کو نہیں پہنچ سکتیں لیکن رؤیت باری تعالےٰ بے کیف ، بے جہت ممکن ہے اور حضور علیہ السلام کو جو دیدار ہوا وہ بے کیف اور بے جہت تھا اور ایسے دیدار میں کوئی اشکال اور اعتراض وارد نہیں ہوسکتا۔

مضمون کافی سارا طویل و عریض ہوگیا ہے لیکن معلوم یہ ہوتا ہے کہ ابھی کچھ بھی نہیں لکھا گیا۔ بھلا محبوب کی سیر کو جب خود خدا نے بیان کیا ہو ، بندہ کب کما حقہ بیان کرسکتا ہے

باقی مضمون انشاء اللہ آئندہ عرض کیا جائے گا۔

الٰہی بخش عفی عنہ
لاہور